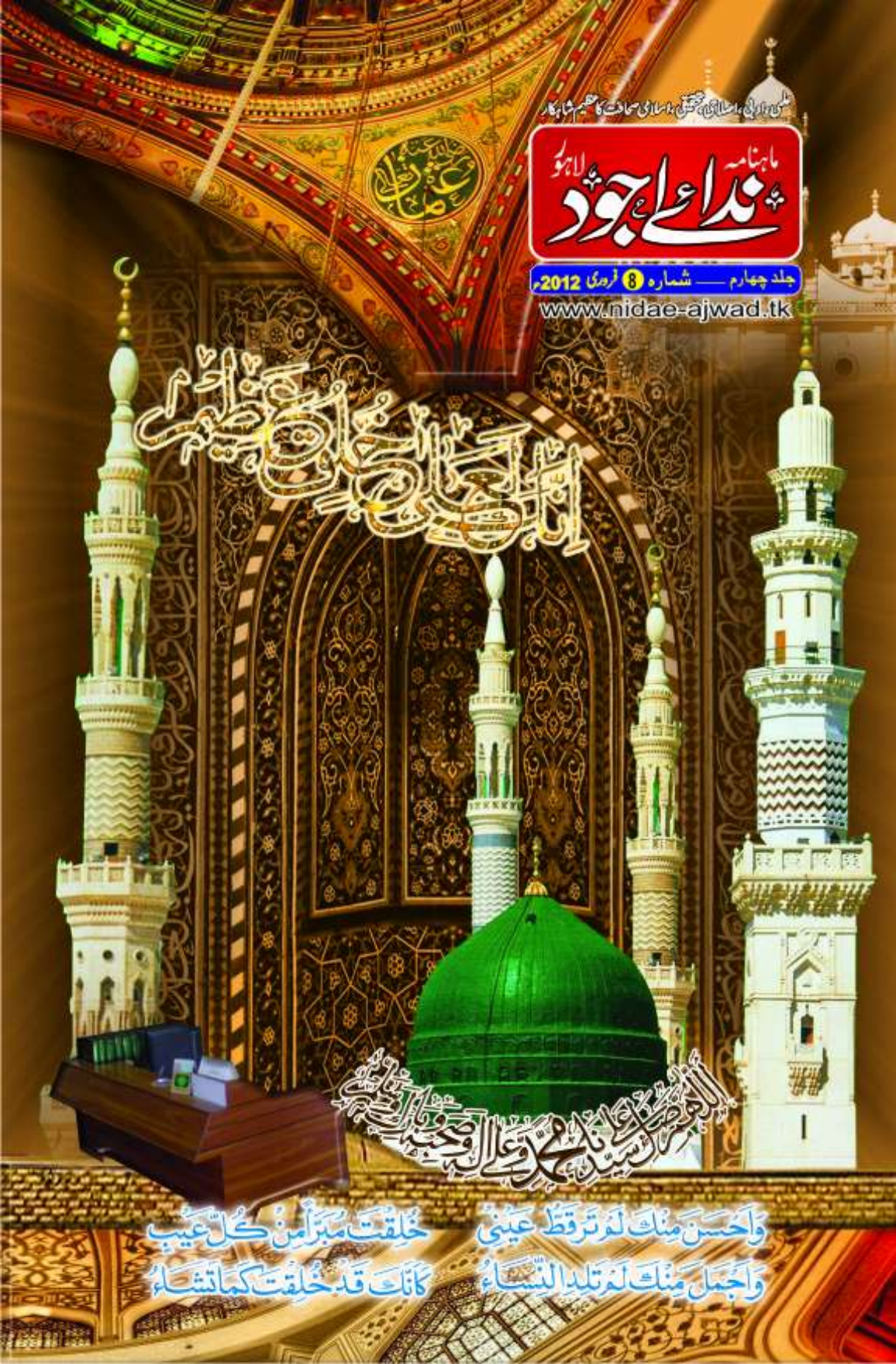
علمی و ادبی، اسلامی، تحقیقی و اسلامی صحافت کا عظیم شاہکار
ماہنامہ
ندائے اجود لاہور
جلد چہارم ـــــ شمارہ 8 فروری 2012ء
www.nidae-ajwad.tk
اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم
وَاَحسَنَ مِنكَ لَم تَرَقَطُّ عَينِي
خُلِقتَ مُبَرَّأً مِن كُلِّ عَيبٍ
وَاَجمَلَ مِنكَ لَم تَلِدِ النِّسَاءُ
كَاَنَّكَ قَد خُلِقتَ كَمَا تَشَاءُ

## حمد

عزیز فیضانی دارالپوری

تُو حُسن کا مرکز ہے، تو حُسن کا داتا ہے
کہتا ہوں قسم تیری تو حُسن سراپا ہے

یہ حُسن کی گہرائی، خوبی کی ہمہ گیری
ہر دل میں ترا گھر ہے، ہر سُو ترا جلوا ہے

خلوت کدۂ دل میں محسوس کیا تجھ کو
اب یاد مجھے کچھ بھی دنیا ہے نہ عقبیٰ ہے

کیا شے ہے شبِ یلدا، اس کو جو کہوں گیسو
دن کیا جو تیرا، اس کو کہہ دوں رخِ زیبا ہے

محبوبِ حقیقی ہے تُو سارے محبوں کا
مقصود ہے تُو سب کا، جویا ترا جویا ہے

سب خلق گدا تیری تُو ایک غنی داتا
ہر شخص تمنائی، اک تو متمنّیٰ ہے

خوبی میں ہے لاثانی اور ذات میں بے تنہا
بے چوں ہے کیلا ہے، بے مثل ہے یکتا ہے

ہے تُو ہی مرا داتا اور تُو ہی مرا آقا
کوئی بھی سوا تیرے جو حسن ہے پھیکا ہے

آنکھوں نے نہیں دیکھا صورت کوتری لیکن
حق کہ سوا تیرے ایسا ہے نہ ویسا ہے

یہ دل کی نہیں ہستی کہہ دوں کہ دیا تجھ کو
بخشا ہوا تیرا ہے، دل پہلے ہی تیرا ہے

تیرا ہے عزیز اس کو معراجِ محبت دے
جو نعمتِ عظمیٰ ہے، جو مقصدِ اعلیٰ ہے

☆☆.....☆☆.....☆☆

## ☆.....سب سے اعلیٰ وارفع مقام مصطفےٰ ﷺ.....☆

☆.....عالم لاہوری.....☆

سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے مقام مصطفےٰ ﷺ
یہ وجودِ ہر دو عالم ہے بنام مصطفےٰ ﷺ
دل کی حسرت ہے یہی اک بار روضہ دیکھ لوں
ہو جائے میرے دل میں بس قیام مصطفےٰ ﷺ
دعا کرتے ہی رہے امت کی ہر دم ہر گھڑی
ہے واجب اور لازم احترام مصطفےٰ ﷺ
کیا ہی اچھی تاثیر تھی اُن کی ہر اک بات میں
ہوتا رہا الہام ربی برحق کلام مصطفےٰ ﷺ
اُن کے مئے خانے کی مئے جس نے بھی پی لی ایک بار
تاحشر نہ اثر اُترے ایسا ہے جام مصطفےٰ ﷺ
مہرباں اس پر نہ کیونکر ہو خدائے دو جہاں
کر لیا دل پہ رقم جس نے پیام مصطفےٰ ﷺ
باب اپنے لطف کے اس پر سدا رکھنا کھلے
تیرا عالم بھی تو ہے یا رب غلام مصطفےٰ ﷺ
کر رہا ہے تجھ سے عالم اک یہی تو التجا
یا الٰہی کر دے نافذ تو نظام مصطفےٰ ﷺ

☆☆.....☆☆.....☆☆

## نعت

عزیز فیضانی دارا پوری

رسولِ دوعالم نے کیا کر دکھایا
اُٹھایا، جگایا، سکھایا، پڑھایا

مسلماں کو انعام دنیا و عقبیٰ
بتایا، سُجھایا، دکھایا، دلایا

نئے سرے سے پھر گلستانِ جہاں کو
لگایا، اُگایا، بنایا، سجایا

شرابِ حقیقت سے بھر بھر کے ساغر
لُٹایا، اُنڈھایا، چھکایا، پلایا

طریقِ حقیقت سے باطل کو پل میں
بنایا، گھٹایا، بھگایا، منایا

زمانے سے ظلم اور عصیاں کا جھگڑا
بنایا، دبایا، منایا، چُکایا

عذابِ جہنم سے خلقِ خدا کو
ڈرایا، بنایا، بچایا، چُھڑایا

خدا سے پئے خلق لایا ہے دیکھو
شفایا، سجایا، ہدایا، عطایا

عزیز ایسے غافل کو اُلفت کی راہ پر
بُلایا، لگایا، چلایا، بڑھایا

# اس شمارے میں


| مضمون | مضمون نگار | صفحہ نمبر | مضمون | مضمون نگار | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|---|
| اداریہ گلہائے عقیدت | چیف ایڈیٹر کے قلم سے | 14 | مطالعہ الفاظ قرآنی | نوید اسلام صدیقی | 95 |
| درس قرآن | تفسیر ابن کثیر | 17 | سیرت النبی ﷺ اور ہم | بنت جود | 98 |
| درس حدیث | ادارہ | 19 | اخلاق و اوصاف رسول ﷺ | محمد سرور جمیل | 102 |
| دعائے خلیل | محمد توصیف عباسی | 21 | نبی کریم ﷺ کی عظمت | سمیع اللہ تعالیٰ | 105 |
| ولادت نبی ﷺ | تنویر گوں | 26 | لایا کوئی رحمت عالم کر کے ساتھ اپنے کے | نوید یونس | 106 |
| نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک | انوار الحق | 29 | کمالات نبوی ﷺ | عطاء اللہ عزیز | 109 |
| سیرت محمد ﷺ | عبدالباسط عباسی | 31 | دین و دنیا کی بھلائی اگر تجھے مطلوب ہے | عروج صاحب | 112 |
| بہار اول | حافظ زاہد رسول فاروقی | 33 | صبر کے پیکر ﷺ | ابن محمد خطابی | 115 |
| کامیاب ترین انسان | حبیب اشرف صبوحی | 38 | محبت رسول ﷺ | حافظ سردار اشرفی | 116 |
| حضور ﷺ کا حسن اخلاق | مشتاق احمد ورک | 41 | انقلاب رسول ﷺ | محمد لیق خان | 120 |
| محسن اعظم ﷺ | ڈاکٹر ندیم | 45 | اخلاق رسول عربی ﷺ | محمد زبیر لنن | 122 |
| آپ ﷺ غیر مسلم کی نظر میں | حافظ عبدالعلیم | 49 | محبت رسول ﷺ و اتباع سنت | محمد فخر | 124 |
| علوم نبوت اور علم غیب | کیپٹن (ر) جہانگیر احمد | 53 | بدیہ حضور رسالت مآب ﷺ میں | محمد نواز اللہ عباسی | 127 |
| آپ ﷺ کی ازواج مطہرات | ڈاکٹر محمد اظہر | 57 | آیئے عربی سیکھیں | مولانا سمیع اللہ تعالیٰ | 128 |
| آپ ﷺ بحیثیت تاجر | ڈاکٹر ناصر | 59 | حضور ﷺ کی بچوں سے محبت | حافظ جواد اجود | 130 |
| سیرت النبی ﷺ | محمد زاہد عزیز | 71 | تکمیل معرفت ہے محبت رسول کی | حافظ کفیل احمد | 135 |
| فتح مکہ | بنت اجود | 74 | سرور کونین ﷺ کے نام | قاری محمد اسماعیل | 137 |
| کمالات مصطفیٰ ﷺ | محمد راشد امر | 78 | محسن کائنات ﷺ | ظفر اللہ راجکلی | 139 |
| گلدستہ سیرت | عبدالرحمن بوعلیبی | 80 | مذاہب عقیدت | فواد + عباد اجود | 141 |
| ماہ ربیع الاول کی بدعات | حافظ ظفر اقبال مجوعہ | 84 | ☆☆☆ | ☆☆☆ | ☆ |
| سفر شام سے شادی تک | ام عباد | 90 | ☆☆☆ | ☆☆☆ | ☆ |


اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (القرآن)

# گلہائے عقیدت

ماہ ربیع الاوّل کے حوالہ سے خصوصی اشاعت ''سیرت النبی ﷺ نمبر'' آپ کے ہاتھوں میں ہے، ماہنامہ ندائے اجود نے جب سے صحافت کی دہلیز پر قدم رکھا تب سے آج تک ہماری یہی کوشش رہی ہے کہ اپنے قارئین کرام کو ایسا مواد مہیا کیا جائے جو ان کی دینی، اخلاقی و اسلامی تربیت میں نمایاں اور انقلابی کردار ادا کرے۔ مزید یہ کہ ہر سال ماہ ربیع الاوّل کے موقع پر پیغمبر دو جہاں سرور دو عالم ﷺ کے دربار میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے خصوصی سیرت نمبر شائع کیا جاتا ہے تا کہ روز محشر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مداحوں کی صف میں جگہ پا سکیں۔ اسی بات کے پیش نظر امسال بھی ربیع الاول کا شمارہ سیرت النبی ﷺ نمبر کے عنوان سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست  تانہ بخشد خدائے بخشندہ

قارئین کرام! سیرت النبی کی اشاعت کے لیے ہم نے تمام قارئین کو دعوت دی کہ اگر وہ آپ ﷺ کی خدمت میں عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کے خواہشمند ہیں تو ''ندائے اجود'' کے صفحات ان کے منتظر ہیں، قارئین نے ہماری اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مضامین ارسال کیے جو ہم نے اس گلدستہ عقیدت میں مثل گل سجا دیئے۔

ربیع الاوّل آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس کی آغوش میں اس عظیم ہستی نے آنکھ کھولی جس نے روئے زمین پر رہنے والے لوگوں کے دلوں میں ایسا انقلاب بپا کیا جس کی مثال رہتی دنیا تک بڑے سے بڑا لیڈر بھی پیش کرنے سے عاجز ہے وہ ہستی کہ جس نے آکر ظلمت، جہالت، نفرت، عداوت، شرک و بدعت کے طوفانوں کا رخ موڑ کر علم و حکمت، اخلاق و مروت، عدل و اخوت، عقیدت و محبت کے اجالے سے کرہ ارض کو روشن کر دیا۔

عرب کے بدو جو کہ جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے اور انسانیت کے نام سے نابلد تھے، ان کی ایسے نفوس پر تربیت کی جب انہوں نے نظام سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی تو

---

گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے گنا کیا ہی نہ ہو

انسان تو انسان جانوروں تک ان کے عدل وانصاف کے اثرات پہنچے۔

ہوں لاکھوں سلام اس آقا پر بت لاکھوں جس نے توڑ دیے
انسانوں کو پیغام سکون دیا طوفانوں کے رخ موڑ دیے

آپ ﷺ نے شریعت اسلامی کی شکل میں جو ضابطہ حیات انسانیت کو دیا تمام انسانوں کی دونوں جہانوں کی کامیابی اس ضابطہ حیات میں مضمر ہے اور یقیناً وہ لوگ سرخرو ہوئے جنہوں نے آپ ﷺ کی تعلیمات کو حرز جان سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوئے۔

قارئین کرام! آج ہماری سب سے بڑی کوتاہی یہ ہے کہ ہم نے آقا دو جہاں ﷺ سے محبت وعقیدت کا معیار تبدیل کر دیا ہے، آج آپ ﷺ سے ہماری محبت صحابہ کرامؓ جیسی محبت و عقیدت کا عشر عشیر بھی نہیں۔ آج سرور کونین ﷺ سے ہماری محبت محض زبانی جمع خرچ ہے۔ محبت کے بلند وبانگ دعوے اور کھوکھلے نعرے ہیں، ربیع الاوّل میں محافل ومجالس، جلسے وجلوس اور رنگ برنگے کھانوں کا اہتمام کر کے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے محبت کا حق ادا کر دیا۔

ستم ظریفی تو دیکھیں کہ ربیع الاوّل کے جلوس میں بعض جگہوں پر بھنگڑے کی تھاپ پہ رقص کیا جاتا ہے، گلی محلوں میں بڑے بڑے ڈیک لگا کر میوزک چلائے جاتے ہیں، سارا سارا دن جلوس میں اور تمام رات محفلوں میں گزار دی جاتی ہے اور اصل کام نماز جس کی تاکید آپ ﷺ اپنے آخری لمحات میں بھی فرماتے رہے اس کی کسی کو پرواہ نہیں ہوتی، یہ خرافات زدہ اظہار عشق عشق رسول نہیں بلکہ خواہشات نفسانی کا اظہار ہے، اگر اظہار عشق کا نظارہ کرنا ہے تو آئیں میں آپ کو مولانا عبدالرحمٰن اشرفی نور اللہ مرقدہٗ کی زندگی کی جھلک دکھاتا ہوں ان کا مکمل سراپا سنت نبوی کا مظہر تھا اور مسلسل چالیس سال تک ہر جمعہ کے دن بعد نماز عصر باقاعدہ مسجد میں محفل درود شریف کا اہتمام کرتے۔ ان کو دیکھ کر ہر شخص یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا کہ اگر عشق رسول ﷺ ہو تو مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ جیسا ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت اشرفی رحمہ اللہ جیسا عشق رسول عطا فرمائے۔ آمین۔ اور سچا عاشق ہوتا ہی وہی ہے جو اپنے محبوب کے ہر قول وفعل کی مکمل پیروی کرتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر عشق کے دعوے محض ڈھونگ اور فضول واویلا ہے۔

ہاں یہ چیزیں (محافل، جلسے، جلوس) حضور ﷺ سے عقیدت کا اظہار تو ہیں مگر محبت کا حق تو یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کی کامل اتباع کریں، ہماری زندگیاں آپ ﷺ کی تعلیمات کا عملی نمونہ ہوں، آپ ﷺ کی ذات گرامی ہمیں دنیا کے ہر مال ومتاع، عزیز واقارب سے زیادہ عزیز ہو اور

---

بدترین ہیں وہ لوگ جن کا احترام محض ان کے شر سے بچنے کے لیے کیا جائے

اگر ایسا نہیں ہے تو پھر محض زبانی کلامی محبت لاحاصل اور بے سود ہے۔

صحابہ کرامؓ جن کے سچے عشقِ رسول کی گواہی قرآن دیتا ہے انہوں نے کبھی بھی ماہ ربیع الاوّل میں جلوس نہیں نکالے، جھنڈیاں نہیں لگائیں بلکہ اپنے چھوٹے چھوٹے عمل کو بھی سنت نبوی کے مطابق بنایا اور اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ سچے عاشق رسول اور کامیاب انسان ہیں۔

قارئین کرام! چونکہ یہ ماہ ربیع الاوّل ہے آپ ﷺ کے تذکرے زبان زدعام ہوں گے تو کوشش یہ کی جائے کہ جہاں آپ ﷺ کے تذکرے عام ہوں وہاں آپ ﷺ کی سنتوں کو عملی زندگی میں لانے کا بھی عزم ہو اپنے بچوں کو پہاڑیاں بنانے اور بڑے بڑے ڈیک پہ میوزک چلانے کی بجائے ان کو آپ ﷺ کی زندگی اور آپ علیہ السلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں، بچوں کو بتائیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے اپنا بچپن کیسے گزارا، بڑوں کا کس طرح ادب واحترام کیا، کمزوروں کی کیسے مدد کی، ضعیفوں کے ساتھ کیسے ہمدردی کی محتاجوں کا کیسے سہارا بنے، گفتگو کتنی پاکیزہ فرماتے، غرض آپ ﷺ کے تمام کمالات ومحاسن سے آگاہی ہر بچہ کو ہونی چاہیے تاکہ ان کا بچپن پاکیزہ اور آنے والی پوری زندگی اچھے اخلاق وکردار سے مزین ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اتباع سنت کا پابند فرمائے اور ہماری اس ادنیٰ سی کاوش (سیرت النبی ﷺ نمبر) کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے (آمین) انسان کمزور ہے اور ہمیں اپنی اس کمزری کا برملا اعتراف ہے یہی وجہ ہے کہ سیرت نبوی کے بیان کا مکمل احاطہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں جیسے رب کی ذات اپنی ربوبیت میں بے مثال ہے ایسے ہی پیغمبر دو جہاں کی ذات اپنی نبوت ورسالت، علم وحکمت، عظمت ورفعت میں یکتا و بے مثال ہے۔

اللہ رب العزت روز محشر ہمیں پیغمبر انقلاب ﷺ کے علم شفاعت کے سائے میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے دستِ مبارک سے آب کوثر کا جام نصیب فرمائے۔

اور دنیا میں رہتے ہوئے ان سے سچا اور حقیقی عشق نصیب فرمائے..... آمین۔

یارب صلی وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم.

(والسلام) ..... ابن حبیب ..... حافظ احمد شفیق

☆☆.....☆☆.....☆☆

مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے

# درس قرآن

ماخوذ از تفسیر ابن کثیر

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تم کو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے، فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے، فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں۔ (آل عمران، رکوع ۸ آیت ۸۱)

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کے تمام انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا کہ جب کبھی ان میں سے کسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کتاب و حکمت دے اور وہ بڑے مرتبے تک پہنچ جائے پھر اس کے بعد اسی کے زمانے میں رسول آجائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت و امداد کرنا اس کا فرض ہوگا۔ یہ نہیں کہ اپنے علم و نبوت پر نظر ڈال کر اپنے بعد والے نبی کی اتباع اور امداد سے رک جائے۔ ان سے کہا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اور میرا بوجھل مضبوط عہد و میثاق لے رہے ہو؟ سب نے کہا ہاں ہمارا اقرار ہے۔ تو فرمایا گواہ رہو اور میں خود بھی گواہ ہوں اور اگلی آیت میں فرمایا: اب اس عہد و میثاق سے جو پھر جائے وہ قطعی فاسق، بے حکم اور بدکار ہے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کر دے کہ وہ بھی حضور ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تابعداری میں

---

کریم وہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو اس کو پورا کرے

لگ جائے۔ طاؤسؒ، حسن بصریؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ نبیوں سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تفسیر اوپر کی تفسیر کے خلاف ہے بلکہ یہ اس کی تائید ہے اسی لیے حضرت طاؤسؒ سے ان کے لڑکے کی روایت مثل روایت حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے بھی مروی ہے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک دوست قریظی یہودی سے کہا تھا کہ وہ توراۃ کی جامع باتیں مجھے لکھ دے تو اگر آپ ﷺ فرمائیں میں انہیں پیش کروں۔ حضور ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن ثابتؓ نے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ آپ ﷺ کے چہرہ کا کیا حال ہے؟ تو حضرت عمرؓ کہنے لگے میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر محمد ﷺ کے رسول ہونے پر خوش ہوں۔ اس وقت حضور ﷺ کا غصہ دور ہوا اور فرمایا قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر (حضرت) موسیٰ بھی تم میں آجائیں اور تم ان کی تابعداری میں لگ جاؤ اور مجھے چھوڑ دو تو تم سب گمراہ ہو جاؤ۔ تمام امتوں میں سے میرے حصے کی امت تم ہو اور تمام نبیوں میں سے تمہارے حصے کا نبی میں ہوں۔

مسند ابو یعلی میں ہے کہ اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو وہ خود گمراہ ہیں تم کو راہ راست کیسے دکھائیں گے؟ بلکہ ممکن ہے کہ تم کسی باطل کی تصدیق کر لو یا کسی حق کی تکذیب کر بیٹھو، اللہ تعالیٰ کی قسم اگر موسیٰ بھی تم میں زندہ موجود ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے اور کچھ حلال نہ تھا۔ بعض احادیث میں ہے کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ پس ثابت ہوا کہ ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور امام اعظم ہیں۔ جس زمانہ میں بھی آپ ﷺ کی نبوت ہوتی آپ ﷺ واجب الاطاعت تھے اور تمام انبیاء کی تابعداری پر جو اس وقت ہوں آپ ﷺ کی فرمانبرداری مقدم رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات بیت المقدس میں تمام انبیاء کے امام آپ ﷺ ہی بنائے گئے۔ اسی طرح میدان محشر میں بھی اللہ تعالیٰ کو فیصلوں کے لیے لانے میں شفیع آپ ﷺ ہی ہوں گے یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ ﷺ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں تمام انبیاء اور کل رسول اس دن اس کام سے منہ پھیر لیں گے بالآخر آپ ﷺ ہی خصوصیت کے ساتھ اس مقام میں کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے درود و سلام آپ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ بھیجتا رہے قیامت کے دن تک، آمین۔

---

قناعت ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا

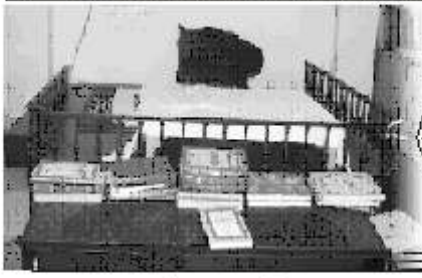

# درس حدیث

حدثنا حمید بن مسعدة البصری قال حدثنا عبد الوهاب الثقفی عن حمید عن أنس بن مالک قال کان رسول اللہ ﷺ ربعة لیس بالطویل ولا بالقصیر حسن الجسم وکان شعره لیس بجعد ولا سبط أسمر اللون إذا مشی یتکفأ.....

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ درمیانہ قد تھے، نہ زیادہ طویل نہ زیادہ چھوٹے، نہایت خوبصورت معتدل بدن والے، حضور ﷺ کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھا) نیز آپ گندمی رنگ کے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے چلتے۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مردِ میانہ قد تھے۔ (قدرے درازی مائل جیسا کہ پہلے گزر چکا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا۔ (جس سے سینہ مبارک چوڑا ہونا بھی معلوم ہوگیا) گنجان بالوں والے، جو کان کی لو تک ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے کسی پٹھوں والے کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈھوں تک رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ ذرا زیادہ چوڑا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے نہ زیادہ چھوٹے۔ (شمائل ترمذی جلد اول)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے، نہ کوتاہ قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے (یہ صفات مردوں کے لئے محمود ہیں

اس لئے کہ قوت اور شجاعت کی علامت ہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بھی بڑا تھا۔ اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ آپ ﷺ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔

(شمائل ترمذی :جلد اول)

ابراہیم بن محمد جو حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے، نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے۔ بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرہ کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں تھی (یعنی چہرہ انور نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لانبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں (مثلاً کہنیاں اور گھٹنے) اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پُر گوشت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بدن پر بال زیادہ ہو جاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو پنڈلیاں وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہ تھے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور قدم مبارک پُر گوشت تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں، جب آپ ﷺ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن مبارک کے ساتھ توجہ فرماتے تھے (یعنی یہ کہ صرف گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے کہ اس طرح دوسروں کے ساتھ لا پرواہی ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہو جاتی ہے، بلکہ سینہ مبارک سمیت اس طرف رخ فرماتے)۔

---

سادگی ایمان کی علامت ہے ..... حیاء ایمان میں سے ہے

# دعائے خلیلؑ

محمد یوسف عباسی

اسلامی مہینوں کے اعتبار سے ربیع الاوّل کو یہ فضیلت اور اعزاز حاصل ہے کہ اس میں محسن انسانیت، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ عربی زبان میں ربیع بہار کو کہتے ہیں اور بہار جب آتی ہے تو غنچے چٹکتے ہیں، پھول کھل اٹھتے ہیں، کلیاں مسکراتی ہیں، سبزہ زار مہک اٹھتے ہیں، پرندے چہچہاتے ہیں، بہار کی آمد سے دل و دماغ معطر ہو جاتے ہیں اور ہر طرف ایک کیف و مستی اور سرور کا عالم ہوتا ہے۔ آج سے چودہ سو برس پہلے عرب کی ویران وادی میں بہار آئی تھی۔ بی بی آمنہ کے گھر کے آنگن میں ایک صدا بہار پھول کھلا تھا جس کی مہک سے ساری کائنات معطر ہوگئی، دلوں کے خلوت کدے روشن ہو گئے، تھکی ماندی انسانیت کو شادمانی نصیب ہوئی، نسل آدم کا وقار بلند ہوا، شرف انسانی کو معراج نصیب ہوئی، عظمت انسانی کو سربلندی ملی، خاک کے ذروں کو حیات نو ملی، یہ آنے والی بہار اور اس میں کھلنے والا پھول حسن ازل کی تجلی خاص اور جان کائنات، فخر موجودات محمد ﷺ کی ذات اقدس تھی۔

مبارک ہو ختم المرسلین تشریف لے آئے
جناب رحمۃ للعالمین تشریف لے آئے

**مقدس موضوع:** ایک مسلمان کے لیے اپنے خاندان، آباؤ اجداد اور خود اپنے بارے میں جاننا ضروری نہیں جتنا کہ اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ کے بارے میں جاننا اس لیے ضروری ہے۔ آپ ﷺ محبوب خدا ہیں۔ سرتاج الانبیاء ہیں۔ اور وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ ساری کائنات کی گل آرائیاں اور رعنائیاں آپ ﷺ ہی کے دم قدم کی مرہون منت ہیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ سب رعنائیاں تھیں اک وجود پاک کی خاطر
یہ نقش آرائیاں تھیں سید لولاک کی خاطر

دنیا میں بڑے سے بڑے انسانوں کے حالات و واقعات، ارشادات و فرمودات پندو نصائح چند دنوں یا چند مہینوں میں بیان ہو جائیں گے۔ لیکن یہ انفرادیت صرف سرکار

دو عالم ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت پاک کو حاصل ہے کہ وہ چودہ سو برس سے بیان کئے جانے کے باوجود بھی ختم نہیں ہوئی اور نہ ہی قیامت تک ختم ہوگی، اس پاکیزہ موضوع پر خطیبوں نے سارا زور بیان صرف کیا۔ مفسرین نے علم کے موتی نچھاور کئے، شاعروں نے منقبت اور مدحت میں انتہا کر دی۔ اس مقدس موضوع پر ان گنت کتابیں تحریر ہوئیں، ہزاروں مقالے لکھے اور پڑھے گئے، مگر سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ ایسا دائمی موضوع ہے کہ تمام عمر لکھنے اور بیان کرنے والوں نے اپنی کم مائگی کا اظہار کیا ہے، انسانی زبان عظیم المرتبت پیغمبر ﷺ کی شان بیان کرنے سے عاجز ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تھکی ہے فکر رساں مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پہ مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا مدح باقی ہے

سیرت النبی ﷺ ایسا موضوع بیکراں ہے کہ صاحب کشور و نشاط، جامع کمالات پیکر رحم و کرم نبی ﷺ کے ذکر سے قلب و جگر کو سکوں، آنکھوں کو ٹھنڈک، خیالات کو بانکپن، زبان کو حلاوت، فکر و نظر کو جلا، نگاہوں کو حیا اور روح کو شفا ملتی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ایک گناہ گار انسان کو اپنے سیاہ اعمال نامہ کو دھونے کے لیے ہر رحمت کے چند قطرے میسر آنے کا زریں موقعہ نصیب ہوتا ہے، کیونکہ حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس ایک مسلمان کے لیے سرمایہ افتخار ہے اور سرمایہ حیات بھی ہے۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ ﷺ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ ﷺ است

**دعائے خلیل:** سرور کائنات ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا! ''انا ثمرۃ دعوۃ ابراہیم'' میں اپنے ابا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمرہ ہوں، حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ساری زندگی مختلف آزمائشوں اور امتحانوں میں گزاری۔ جب خدا کا عظیم پیغمبر ان امتحانوں میں سرخرو ہو کر نکلا تو اللہ تعالیٰ نے ویران وادی میں بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے معمار اور مزدور کا کردار ادا کیا، مرکز رشد و ہدایت کی تعمیر میں ایک پیغمبر معمار دوسرا مددگار تھا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مستری مزدور مکان کی تعمیر کے بعد اس کے مالک سے انعام مانگتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مالک حقیقی سے اس کا گھر تعمیر کرنے کا انعام مانگا مگر انعام میں آپ علیہ السلام نے نہ سونا مانگا، نہ چاندی، نہ جاگیر، نہ جائیداد، نہ اقتدار اور نہ ہی کوئی دنیاوی مال و منفعت مانگا۔ اگر کچھ مانگا تو صرف آمنہ کا در یتیم مانگا، قرآن مجید شہادت دیتا ہے جب

ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند جلیل حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبہ کی دیواروں کو اٹھا رہے تھے تو ان کے لبوں پر یہ دعا تھی.....

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (القرآن)

"اے پروردگار عالم ان لوگوں میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما..... جو انہی میں سے ہو وہ رسول ﷺ تیری آیتیں ان کے روبرو تلاوت کیا کرے اور ان کو کتاب اور دانائی کی باتیں سکھایا کرے اور ان کو پاک صاف بنائے بلاشبہ تو ہی ہے بڑا زبردست بڑی حکمت والا۔ (البقرۃ:۱۲۹)

**آنحضرت ﷺ کے دو تعلق:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت اسماعیلؑ پیغمبر ہوئے۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے ہزاروں پیغمبر پیدا ہوئے جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سلسلہ نسب سے جناب رسالت مآب ﷺ پیدا ہوئے جو تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کا شجرۂ نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملتا ہے اسی بنا پر آپ ﷺ حضرت ابراہیمؑ کو ابی ابراہیم اور ہاجرہ کو اماں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اماں ہاجرہ مصر کی رہنے والی تھیں۔ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مصر سے دو تعلق ہیں، ایک نسبتی اور دوسرا سسرالی، نسبتی تعلق اماں ہاجرہ کی وجہ سے اور سسرالی تعلق حضرت ماریہ قبطیہؓ کی وجہ سے ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو تاکید فرمائی تھی کہ مصر فتح ہو تو اہل مصر کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کرنا۔

**اعلیٰ حسب نسب:** سیرت یا سوانح کا آغاز ہمیشہ شجرہ نسب سے ہوتا ہے، سرکار دو عالم ﷺ کا شجرہ نسب سب سے اعلیٰ و افضل تھا، قیصر روم نے ابوسفیان سے پہلا سوال ہی آنحضرت ﷺ کے نسب کے متعلق کیا تھا کہ وہ بڑے نسب والے ہیں؟ قیصر روم نے کہا یہ بھی نبی ہونے کی ایک علامت ہے کہ آپ ﷺ کا خاندان آباؤ اجداد سب سے اعلیٰ اور اشرف ہیں، قیصر روم کے الفاظ یوں تھے.....

وکذالک الرسول تبعث فی احساب قومها.

پیغمبر ہمیشہ شریف خاندانوں سے ہی ہوا کرتے ہیں، خدا تعالیٰ نبوت کے منصب پر فائز کرنے کے لیے خود انتخاب کرتے ہیں، جس طرح 'نبی' پاک صاف اور طاہر ہوتا ہے اسی طرح اس کے آباؤ اجداد اور شجرہ نسب بھی پاکیزہ اور صاف ستھرا ہوتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ کے

والد ماجد اور والدہ ماجدہ تک جس قدر آباؤ اجداد اور امہات اجداد سلسلہ نسب میں شامل ہیں وہ سب کے سب محصنین اور محصنات ہیں یعنی عفیف اور پاکدامن ہیں، کوئی شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب نہیں ہوا جب بھی انبیاء پر بہتان یا کوئی الزام لگایا گیا ان کی پاک دامنی کی شہادت قرآن نے دی۔ جب یوسف علیہ سلام پر تہمت لگائی گئی تو اس کی گواہی ایک بچے نے دی۔ قرآن مجید میں سارا واقعہ موجود ہے۔ حضرت مریم پر ان کی بستی والوں نے تہمت لگائی تو خدا تعالیٰ نے نومولود عیسیٰ علیہ السلام کو ماں کی گود میں قوت گویائی عطا فرمائی تاکہ وہ اپنی ماں کی عفت اور پاکدامنی کی گواہی دے سکیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جب بہتان باندھا گیا، اللہ تعالیٰ نے کسی اہتمام کی بجائے امام الانبیاء ﷺ کی زوجہ مطہرہ کے لیے خود صفائی پیش کی۔

<u>پاکیزہ شجرہ نسب</u>: محبوب خدا ﷺ کا شجرہ نسب ان کی ذات اقدس کی طرح مقدس اور پاکیزہ ہے۔ آپ ﷺ کے سلسلہ نسب میں زانی یا زانیہ تو درکنار کوئی ناشکر گزار مرد یا عورت بھی نہیں ہوگزری۔ اس کا اندازہ اس اہم واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی خانہ آبادی کے کچھ عرصہ بعد ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے سے ملنے ملک شام سے تشریف لے گئے۔ آپ اونٹنی پر سوار اپنے بیٹے کے گھر کے دروازے پر پہنچے آپ نے آواز دی معلوم ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو سے سوال کیا بیٹی کیسی گزر رہی ہے؟ بہو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معاشی تنگی کا شکوہ کیا۔ حضرات ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹی میں چلتا ہوں اسماعیل علیہ السلام گھر آئیں تو انہیں کہہ دینا کہ شام سے ایک بابا آئے تھے وہ کہہ گئے ہیں کہ تمہارے گھر کے دروازے کی چوکھٹ ٹیڑھی ہے اس کو بدل دینا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر واپس آئے تو بیوی نے یہ عجیب وغریب پیغام دیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ بابا کون تھے اور پیغام کیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں تم کو طلاق دیتا ہوں کچھ مدت بعد آپ کی دوسری شادی ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ملنے پھر تشریف لائے اونٹنی پر سوار اپنے بیٹے کے گھر پہنچے دروازے پر کھڑے ہوکر آواز دی اندر سے آپ کی بہو تشریف لائیں، انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور عرض کی کہ آپ اونٹنی سے نیچے اتریں اندر تشریف لائیں اس کے پرزور اصرار کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام اونٹنی پر سوار

رہے، پوچھا بیٹی کیسی گزر رہی ہے؟ بہو بڑی صابرہ وشاکرہ، نیک اور سعادت مند تھیں، پریشان حال اور تنگدستی کے باوجود اس نے بڑے پُراعتماد لہجے میں کہا بابا جی اللہ تعالیٰ کے کروڑوں احسان ہیں ہم تو اس باری تعالیٰ کا شکر بھی نہیں ادا کر سکتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو سے کہا! بیٹی میں چلتا ہوں، اسماعیل علیہ السلام آئیں تو کہ دینا کہ ملکِ شام سے ایک بابا آئے تھے اور وہ کہہ گئے ہیں کہ آپ کے دروازے کی چوکھٹ صحیح ہے اس کی حفاظت کرنا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کچھ دنوں بعد گھر تشریف لائے تو ان کی اہلیہ محترمہ نے بتایا کہ ملک شام سے ایک بابا سفید داڑھی اور نورانی چہرہ والے ہمارے گھر تشریف لائے تھے۔ میں نے بہت اصرار کیا کہ وہ اندر تشریف لائیں تاکہ میں ان کی خدمت کروں، مگر وہ ایک عجیب وغریب پیغام دے کر چلے گئے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام سے کہنا کہ تیرے گھر کے دروازے کی چوکھٹ صحیح ہے اس کی حفاظت کرنا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا! پیغام بڑا مبارک ہے آنے والے میرے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ان کے پیغام میں یہ اشارہ ہے کہ تمہاری بیوی بہت اچھی ہے اس کی حفاظت کرنا مبارک ہو تمہارا میرا ساتھ ان شاء اللہ موت تک ہوگا۔

بظاہر بڑی عجیب سی بات ہے کہ پہلی بیوی کو ایک معمولی سی بات پر طلاق دلوا دی گئی۔ حالانکہ اس نے جھوٹ نہیں بولا تھا، سچ ہی کہا تھا حقیقت ہی بیان کی تھی کون سا جرم کیا تھا، کہ اتنی سی بات پر اتنا بڑا قدم اٹھایا گیا، محققین اور اکابرین نے اس بات کی یہ حقیقت بیان کی ہے۔ چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے شجرہ نسب سے محبوب کائنات ﷺ نے آنا تھا۔ پروردگار عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ایسی عورت خانوادہ نبوت میں رہنے کے قابل نہیں جو خدا تعالیٰ کی ناشکرگزار ہو۔ یہ اہتمام قدرت نے اس لیے کیا تھا کہ آقائے نامدار کا حسب و نسب اور شجرہ مبارک اس قدر پاکیزہ اور اعلیٰ ہو کہ کل کلاں کوئی اس پر انگلی نہ اٹھا سکے۔

حضرات محترم! اپنی اولاد یعنی بچوں بچیوں کو سرکار دوعالم ﷺ کے آباؤ اجداد آپ ﷺ کے پاکیزہ حسب و نسب سے متعلق آگاہ کریں۔.....☆

وہ شخص بے دین ہے جس میں دیانتداری نہیں۔

جس عورت کا شوہر آخر دم تک اس سے راضی رہا وہ عورت جنتی ہے

# صلی اللہ علیہ وسلم ولادتِ نبی

عجوبہ گوں

اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاوّل میں اس سال ہوئی جب کہ یمن کی طرف سے حبشہ کے عیسائی بادشاہ ابرہہ نے بیت اللہ شریف پر حملہ کیا اور خداوند قدوس نے ان کو ابابیل پرندوں کے ذریعہ شکست دی۔ ابرہہ عیسائی بادشاہ حرم کعبہ کو ڈھانے کی نیت سے بے وقت کے بادل کی طرح گرجتا ہوا ہاتھیوں کی فوج لے کر جھومتا ہوا بڑھا اور کالی گھٹا کی طرح عرب پر چھا گیا۔

ابرہہ کی باقاعدہ فوج سے مقابلہ کی طاقت مکہ والوں میں کہاں تھی؟ حیران تھے کہ کیا کریں اور کس کی سفارش لائیں۔ اتنے میں ابرہہ کے لشکریوں نے شہریوں کے مویشیوں کو دولتِ خدا سمجھ کر لوٹنا شروع کر دیا۔ کسی نے عبدالمطلب کے سو اونٹ بھی ہتھیا لیے، حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب، ابرہہ کے پاس پہنچے۔ شکل و شباہت سے وجاہت ٹپکتی تھی، ابرہہ یہ سمجھا کہ عبدالمطلب اہل مکہ کے ایلچی ہیں اور کوئی التجا لے کر آئے ہیں۔ اس لیے بڑے تپاک سے ملا اور عزت سے پاس بٹھایا۔ عبدالمطلب نے بیٹھتے ہی اپنے سو اونٹوں کا قصہ چھیڑ دیا۔ ابرہہ عبدالمطلب کے مطالبہ پر حیران ہوا اور بولا اے عبدالمطلب! تم اونٹوں کے طالب ہو اور میں حرم کعبہ میں ہل چلانے آیا ہوں۔ میں نے تو کعبہ کو ڈھانے کے لیے لشکر کشی کی ہے۔

عبدالمطلب نے کہا میں اونٹوں کا مالک ہوں، مجھے ان کی فکر ہے۔ کعبہ کا مالک کعبے کی خود فکر کرے گا۔ ابرہہ غرور کے نشہ میں چور بڑھتا بڑھتا مکہ کے نواح میں آ گیا۔ لوگ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور گھر بار چھوڑ کر پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ مایوسیوں میں دعا ہی انسان کی آخری امید ہوتی ہے۔ عبدالمطلب نے غلافِ کعبہ تھام کر دعا کی کہ اے صاحبِ خانہ ہم ناتوانوں میں مقابلہ کی تاب و تواں نہیں، اس لیے تو اپنے گھر کی حفاظت آپ ہی کر۔ کہتے ہیں کہ آسمان پر کچھ شور ہوا۔ نگاہیں اوپر کو اٹھ گئیں۔ دیکھتے کیا ہیں کہ دفعتہً کسی سمت سے پرندوں کا غول در غول نمودار ہوا اور ان کے منہ اور پنجہ میں کنکریاں تھیں۔ یہ کنکریاں جس پر گریں اس کا بدن چھوڑ دیا۔ ہاتھی چنگھاڑ مار کر پیچھے ہٹ گئے۔ اعضاء سڑنے گلنے لگے۔ ہر پرندے کی

انسان صوم و صلوٰۃ سے نہیں بلکہ معاملات سے پہچانا جاتا ہے

چونچ اور پنجوں میں چنے سے کچھ ہی بڑی تین تین کنکریاں تھیں۔ جس پر کنکری گری اس کی ہڈیاں تک سرمہ ہوگئیں، یہ کنکریاں کیا تھیں بم کے گولوں سے بھی زیادہ طاقتور اور تباہ کن تھیں۔ چند منٹ میں ساٹھ ہزار کا تمام لشکر زیروزبر تھا۔ ابرہہ کی خاص سواری کا ہاتھی محمود نسل کا تھا، ہاتھیوں کی یہ عظیم الخلقت نوع اب دنیا سے ناپید ہوگئی ہے۔ (تاریخ الدول العرب)

درحقیقت واقعہ فیل بھی آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کی برکات کا مقدمہ تھا۔ غرض یہ کہ اس بات میں کسی عالم کو بھی شک وشبہ نہیں کہ نبی ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے اور اس پر کلی اتفاق ہے کہ آپ ﷺ دوشنبہ یعنی پیر کے دن پیدا ہوئے اور ربیع الاوّل کا مہینہ تھا لیکن اختلاف رائے اس بات میں ہے کہ ربیع الاوّل کی کونسی تاریخ تھی؟ تاریخ کے تعین میں چار اقوال مشہور ہیں۔ ولادت نبی ﷺ کی صبح سعادت مند تھی جب کہ سرزمین مکہ کے ایک معزز قبیلۂ قریش (بنی ہاشم) میں عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں بی بی آمنہ بنت وہب کے مشکوئے معلیٰ سے آفتاب رسالت محمد ﷺ نے ظہور کیا۔

خدایا! وہ صبح کیسی سعادت افروز تھی جس نے کائنات ارضی کا رُشد و ہدایت کے طلوع کا مژدۂ جانفزا سنایا۔ یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل کا دن تھا، یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا۔ یہ سلسلۂ ترسیل ورسل ونزول صحف کا اختتام تھا۔ یہ سعادت بشریٰ کا آخری پیام تھا۔ یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی۔ یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا۔ اور اس کے لیے ختم المرسلین ورحمۃ للعالمین محمد ﷺ بن عبداللہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ "صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین" یہی ماہ ربیع الاوّل ہے جس میں امت مسلمہ کی بنیاد پڑی جس کو تمام عالم کی ہدایت و سعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا، یہ تمام دنیا کی ترقی وعروج کے بانی کی پیدائش تھی، یہ تمام کرۂ ارضی کی سعادت کا ظہور تھا۔ یہ تمام نوع انسانی کے شرف واحترام کا قیام عام تھا۔ اس مقدس پیدائش نے دنیا میں ظاہر ہوکر یہ نہیں کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے آیا ہوں بلکہ اس نے کہا کہ تمام عالم انسانیت کو غیر الٰہی غلامیوں سے نجات دلانا میرا مقصدِ ظہور ہے۔

اس نے صرف اسرائیل کے کھرانے کی گمشدہ رونق ہی سے عشق نہیں کیا بلکہ تمام عالم کی اجڑی ہوئی بستی پر غمگینی کی اور ان کی دوبارہ رونق وآبادی کا اعلان کیا اس نے اس خدا کی محبتوں کی طرف دعوت نہیں دی، جو صرف سینا کی چوٹیوں یا ہمالیہ کی گھاٹیوں میں بستا ہے۔ بلکہ اس رب العالمین کی طرف بلایا جو تمام نظامِ ہستی کا پروردگار ہے۔ اور اس لیے تمام کائنات

---

اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اس لیے وہ صرف پاکیزہ مال قبول کرتا ہے

عالم کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ ربیع الاوّل کا مہینہ دنیا کے لیے خوشی و مسرت کا مہینہ ہے کیونکہ اس مہینہ میں دنیا کا سب سے بڑا اور افضل انسان آیا، جس نے مسلمانوں کو ان کی سب سے بڑی نعمت یعنی خدا کی بندگی اور انسان کی آقائی عطا فرمائی اور اس کو اللہ کی خلافت و نیابت کا لقب دے کر خدا کی ایک پاک و محترم امانت ٹھہرایا۔

پس ربیع الاول انسانی حریت کی پیدائش کا مہینہ ہے، غلامی کی موت اور ہلاکت کی یادگار ہے۔ خلافتِ الٰہی کی بخشش کا اولین یوم ہے۔ اسی ماہ میں کلمۂ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی۔ حضور ﷺ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ والد بزرگوار کا انتقال حضور ﷺ کی پیدائش سے کچھ دن پہلے ہو گیا تھا۔

آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے پیارے بیٹے عبداللہ کی اس یادگار کی پیدائش کی خبر سنتے ہی بڑی خوشی ظاہر کی۔ فوراً حضور ﷺ کو خدا کے گھر کعبہ شریف میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا کیا نام رکھا؟ عبدالمطلب نے کہا "محمد" نام رکھا ہے۔ جائے ولادت وہ مکان ہے جو بعد میں حجاج کے بھائی محمد ابن یوسف کے ہاتھ آیا تھا۔ (سیرت مغلطائی ص ۵)

غرضیکہ بزرگ عبدالمطلب نے جو سنا کہ میرے گھر پوتا ہوا ہے، تو بے اختیار ہو گیا۔ بچہ کو جو دیکھا تو خوشی سے آنسو نکل آئے۔ بار بار اس ننھی جان کو چھاتی سے لگاتا تھا اور پھولا نہ سماتا تھا۔ اب تو کیا تھا، اس کا سبھی غم غلط ہو گیا اور طبیعت خوشی سے مسرور ہو گئی۔ بیٹے عبداللہ کی موت کے زخم پوتے کی ولادت کے مرہم نے بھر دیئے، شاخ غم خشک ہو گئی اور راحت کی کلیاں نکل آئیں۔ باوجود اس بڑھاپے کے جگہ جگہ مجلسیں کیں، گھر گھر جشن کیے۔ دادا کو اپنا مرحوم بیٹا دوبارہ نظر آنے لگ گیا۔ اس کے لیے تو گویا عبداللہ نے از سرِ نو جنم لیا، بھلا اسے یہ کہاں علم تھا کہ یہ اس سرورِ کائنات نے جنم لیا جس کے نام کا ڈنکا چار دانگِ عالم میں بجے گا۔ اور جس کا جھنڈا صحرائے ہستی پر ایسا گڑے گا کہ نہ اسے بادِ شرق ہلا سکے گی نہ صرصرِ غرب گرا سکے گی۔

فاصلی علیک بالتسلیم
متحفاً عند حضرۃ الصمد

آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا
حضرت حق کی طرف سے دائمی
بعداد الرمال والانفاس
والنبات الکثیر متضد

جس قدر دنیا میں ریت اور سان
اور بھی ہے جس قدر روئیدگی

☆☆.....☆☆

حضور ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد، میانہ قد تھے، سر مبارک بڑا تھا، ریش مبارک گھنی تھی، آپ ﷺ کے سر مبارک اور ریش مبارک میں گنتی کے تقریباً بیس پچیس بال سفید تھے۔ چہرہ انور نہایت خوبصورت اور نورانی تھا۔ جس نے بھی آپ ﷺ کا چہرہ انور دیکھا ہے اس نے حضور ﷺ کے چہرہ انور کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور بیان کیا ہے۔

آپ ﷺ کے پسینہ میں ایک خاص قسم کی خوشبو تھی۔ چہرہ انور سے جب پسینہ ٹپکتا تو موتیوں کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیباج اور حریر کو آپ ﷺ کی جلد سے زیادہ نرم نہیں دیکھا۔ اور مشک وعنبر میں آپ ﷺ کے بدن معطر سے زیادہ خوشبو نہ سونگھی۔

مہر نبوت: دونوں شانوں کے درمیان میں دائیں شانہ کے قریب مہر نبوت تھی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور پرنور ﷺ کی دو شانوں کے درمیان میں ایک سرخ گوشت کا ٹکڑا کبوتر کے انڈے کی مانند تھا۔

یہ مہر نبوت آپ ﷺ کی نبوت کی خاص نشانی تھی۔ جس کا ذکر کتب سابقہ اور انبیا سابقین کی بشارتوں میں تھا۔ علمائے اسرائیل اسی علامت کو دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ حضور پرنور ﷺ وہی نبی آخر الزمان ہیں کہ جن کی انبیائے سابقین نے بشارت دی ہے اور جو علامت (مہر نبوت) بتلائی تھی وہ آپ ﷺ میں موجود ہے۔ گویا یہ مہر نبوت آپ ﷺ کی نبوت کے لیے من جانب اللہ سند تھی۔ (مدارج النبوۃ)

علامہ سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ مہر نبوت حضور ﷺ کے بائیں شانہ کی ہڈی کے قریب تھی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جسم انسانی میں شیطان کے داخل ہونے کی یہی جگہ ہے۔ پیچھے ہی سے آکر شیطان دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کے جسم مبارک میں اس جگہ مہر نبوت لگا دی گئی تا کہ شیطان کا کوئی وسوسہ داخل نہ ہو سکے۔ (خصائص کبریٰ ص ۶۹ ج ۱)

اور بعض روایات میں ہے کہ حضور پر نور ﷺ کی پشت پر جو مہر نبوت تھی اس میں قدرتی طور پر محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

"حافظ ابن عساکرؒ اور حاکمؒ نے تاریخ نیساپور میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ مہر نبوت آنحضرت ﷺ کی پشت پر گولی کی طرح تھی اور گوشت ہی سے (قدرتی طور پر) اس

میں رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔" سر کے بال اکثر مونڈھے تک اور کبھی نرمۂ گوش (کانوں کی لو) تک لٹکتے رہتے تھے۔ بالوں میں کنگھی بھی کرتے تھے اور آنکھوں میں سرمہ بھی ڈالتے تھے۔ باوجود اس کے کہ آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں تھیں۔

آپ ﷺ کی آنکھیں نہایت خوشنما اور کشادہ تھیں۔ خوب سیاہ اور سرخی مائل تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک ایک نہایت خوبصورت باریک خط تھا۔ دونوں بازو اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے۔ حضور پرنور ﷺ جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا کہ پاؤں جما کر اٹھاتے ہیں اور اوپر سے نیچے کی طرف جا رہے ہیں۔

الغرض..... آپ ﷺ کا جسم اطہر اور چہرہ انور تمام ظاہری اور باطنی محاسن سے مزین تھا۔ سوائے (مسکرانے) کے کبھی آپ ﷺ کھل کھلا کر نہیں ہنسے۔ حدیث میں ہے کہ صورت اور سیرت میں آپ ﷺ سب سے زیادہ حضرت ابراہیم کے مشابہ تھے۔

ریش مبارک: ریش مبارک یعنی ڈاڑھی آپ ﷺ کی گھنی تھی۔ آپ ﷺ اسے بالکل کتراتے نہ تھے البتہ مونچھیں کتراتے تھے۔ مگر گاہ بگاہ مونچھوں کے جو بال زائد ہو جاتے تھے ان کو کتروا دیتے تھے۔ چونکہ ڈاڑھی تمام انبیاء و مرسلین کی سنت تھی۔ معاذ اللہ معاذ اللہ ملکی اور قومی رواج کی بنا پر نہ تھی جیسا کہ بعض گمراہوں اور نادانوں کا خیال ہے۔

ڈاڑھی صرف سنت محمدیہ اور طریقۂ اسلام ہی نہیں بلکہ تمام پیغمبروں (جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے) کی سنت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے "من سنن المرسلین" یعنی ڈاڑھی تمام انبیاء و مرسلین کی سنت ہے۔

گرجا گھروں میں آج بھی جو حضرت عیسیٰؑ کی تصویر رکھی ہوئی ہے اس میں بھی ڈاڑھی موجود ہے اور علمائے یہود و نصاریٰ جن کو پادری کہتے ہیں وہ اکثر و بیشتر نیچی ڈاڑھی رکھتے تھے۔ غرض یہ کہ مذہبی گروہ میں ڈاڑھی کا ہونا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ڈاڑھی انبیاء کرام کی سنت ہے اور سیدنا ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی کا ذکر قرآن کریم میں صراحۃً موجود ہے۔

"يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي"

عرب میں جو لوگ ملت ابراہیمی کے متبع تھے وہ ڈاڑھی رکھتے تھے، ورنہ اکثر مشرکین ڈاڑھی منڈاتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "خالفو المشرکین، اوفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب. مشرکین کی مخالفت کرو ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔ انبیائے کرام کی سنت کے مطابق مونچھیں کتراؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مشرکین کے تشبہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو اور انبیاء و مرسلین کی ہیئت اور شکل اختیار کرو۔

# سیرت محمد ﷺ

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت و بھلائی کے لیے دنیا میں بہت سے انبیا و رسول بھیجے ہیں جنہوں نے اپنی اپنی امت و قوموں کو سیدھا راستہ دکھایا اور ایک اللہ کی طرف بلایا، انبیا کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو پوری دنیا اور قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔

آپ ﷺ نو (۹) ربیع الاوّل یا ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت آپ ﷺ کی والدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ اور والدہ نے احمد رکھا۔ آپ ﷺ کے یہ دونوں نام قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ پیدائش کے بعد تین چار روز تک آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا اس کے بعد کچھ دن آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی کنیز ثوبیہؓ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا پھر عرب کے دستور کے مطابق آپ ﷺ کو دایہ حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کر دیا گیا تا کہ دیہی علاقہ میں تازہ خوشگوار آب و ہوا میں اچھی نشو و نما ہو سکے، جب آپ ﷺ کی عمر پانچ برس ہو گئی تو حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کو والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیا، جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال ہوئی تو حلیمہ سعدیہؓ نے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا، جب کہ آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے، تب آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کی سرپرستی میں رہنے لگے، آپ ﷺ کی عمر جب آٹھ سال ہوئی تو دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ اپنے چچا ابوطالب کی کفالت و سرپرستی میں رہنے لگے۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 25 سال ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا، حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کی پہلی بیوی تھیں، انہوں نے آپ ﷺ کا ہر طرح سے خیال رکھا، اور ہر مشکل وقت میں آپ ﷺ کا مکمل ساتھ نبھایا، آپ ﷺ بچپن ہی سے اچھی عادات و صفات کے مالک تھے، لوگ آپ ﷺ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ پورا مکہ آپ ﷺ کے حسن اخلاق کا قائل تھا، آپ ﷺ پورے مکہ میں منفرد اور نرالی شان کے مالک تھے۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 40 سال

ہوئی تو آپ ﷺ کو نبوت عطا کی گئی، جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان اور توحید کی دعوت دی تو لوگ آپ ﷺ کے مخالف و دشمن بن گئے۔ آپ ﷺ پر بے انتہا مصیبتیں و مظالم ڈھائے گئے۔ مگر آپ ﷺ صبر و استقلال کے پیکر بنے، دعوت حق جاری رکھی، رفتہ رفتہ بہت سے لوگ آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہہ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، جن میں اوّل نمبر پر حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن حارثہؓ شامل ہیں۔ 13 سال تک آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے، مگر گنتی کے چند لوگوں کے علاوہ اہل مکہ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ پر ظلم و ستم ڈھاتے رہے، بالآخر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے اصحابؓ کے ساتھ مدینہ ہجرت کر گئے، اس وقت آپ ﷺ کی عمر 53 سال تھی، دوران ہجرت آپ ﷺ کے رفیق سفر حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے، اہل مدینہ نے آپ ﷺ کا پُرجوش استقبال کیا اور آپ ﷺ نے وہاں پُرسکون انداز میں دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھا آپ ﷺ کے اصحابؓ و جاں نثاروں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی، مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ کی بنیاد بھی رکھی۔ آپ ﷺ کے والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ اور والدہ کا نام حضرت آمنہؓ تھا اور آپ ﷺ کے دادا کا نام حضرت عبدالمطلبؓ تھا۔ آپ ﷺ کی 11 بیویاں تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) حضرت خدیجہؓ (۲) حضرت سودہ بنت زمعہؓ۔ (۳) حضرت عائشہؓ۔ (۴) حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ۔ (۵) حضرت زینبؓ بنت خزیمہؓ۔ (۶) حضرت ام سلمہؓ۔ (۷) حضرت زینبؓ بن جحش۔ (۸) حضرت جویریہ بنت حارثؓ۔ (۹) حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ۔ (۱۰) حضرت صفیہؓ۔ (۱۱) حضرت میمونہؓ۔

آپ ﷺ کی اولاد میں سے چار بیٹیاں اور تین بیٹے تھے۔ آپ ﷺ کے بیٹوں کا انتقال چھوٹی عمر ہی میں ہو گیا تھا جب کہ بیٹیاں بڑی عمر تک زندہ رہیں۔ آپ ﷺ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں، (۱) قاسمؓ۔ (۲) عبداللہؓ جس کا طیب و طاہرؓ لقب تھا۔ (۳) ابراہیمؓ۔ اور بیٹیوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) حضرت زینبؓ۔ (۲) حضرت رقیہؓ۔ (۳) حضرت ام کلثومؓ۔ (۴) حضرت فاطمہؓ۔ آپ ﷺ نے نبوت کے بعد ایک ایک لمحہ اسلام کی ترویج و اشاعت، امت کے تزکیہ نفس، امت کی ہدایت کی فکر، امت کی اصلاحی اور اخلاقی تربیت میں گزارا۔ آپ ﷺ بیک وقت پیغمبر، قائد، رہبر و راہنما، مصلح، محسن، مفکر، مدبر، مجاہد، حاکم، مرشد، والد، شوہر، دوست اور گوناں گوں صفات و کمالات کے مالک تھے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 63 سال ہوئی تو آپ ﷺ امت کو داغ مفارقت دے کر راہی دار البقا ہو گئے۔ ☆

---

خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو

ربیع الاوّل اپنی بہاروں کے ساتھ امت مسلمہ پر سایہ فگن ہو رہا ہے اور اپنے نام سے اپنی جلالت شان کا اظہار کر رہا ہے اور انسانیت کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ وہ غور کرے مجھے ربیع الاوّل کیوں کہا جاتا ہے۔ ربیع الاوّل کا معنی کیا ہے ربیع الاوّل کا معنی ہے پہلی بہار وہ کون سی پہلی بہار ہے جو اس ماہ مقدس میں ظہور پذیر ہوئی جس کی وجہ سے اسے ربیع الاوّل جیسا عظیم نام نصیب ہوا اسی عظیم بہار کی طرف یہ ماہ مقدس انسانیت کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہے آیئے اس عظیم بہار کی طرف اپنے دل و دماغ کو متوجہ کیجیے اور غور کیجیے آخر وہ کون سی عظمت والی بہار ہے جس کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ کافر بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکا اور اپنے مخصوص انداز میں جگن ناتھ آزاد ہندو شاعر تعریفی کلمات کہتا ہے:

وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا
وہی روئے زمین پر آج تھا تخریب کی دنیا
یہ تحقیق و تجسس کا جہاں تھا آج ویرانہ
افلاطون کی خرد سقراط کی دانش تھی افسانہ

غرض دنیا میں چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا
نشانِ نور گم تھا اور ظلمتوں کا بسیرا تھا
کہ دفعتاً دنیا کے افق پر سیلاب نور آیا
جہان کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا
حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا نذیر آیا
شہنشاہی نے جس کے قدم چومے وہ فقیر آیا
مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلین آیا
سحاب رحم بن کر رحمۃ للعالمین آیا

ساقی کوثر رہبر و رہنما محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے جن کے تشریف لانے سے پہلے دنیا میں ہر طرف خزاں ہی خزاں تھی، دنیا میں ظلم و ستم کا دور دورہ تھا، شراب کو اعلیٰ قسم کا مشروب سمجھ کر پیا جاتا تھا، بلکہ چھوٹی اور بڑی مجلسوں میں شراب کا دور چلتا تھا، غریب عوام کو ظلم کی چکی میں پیسنا اپنی بڑائی تصور کیا جاتا تھا، چوری ڈاکا زنی اور زنا کو معیوب نہ سمجھا جاتا تھا، قتل عام کو اپنی بہادری تصور کیا جاتا تھا، بیٹی کی پیدائش کی خبر سن کر اسے اپنے لیے عار سمجھا جاتا تھا کہ کل کو اس کے جوان ہونے کے بعد ہم اس کی شادی کریں،

سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہوتا ہے

اور کوئی ہمارا داماد بنے گا اسی وجہ سے اس معصوم جان کو زندہ دفن کیا جاتا تھا، معمولی سی معمولی بات پر معرکہ جنگ وجدال قائم ہو جاتا تھا جو صدیوں تک ختم ہوتا ہوا نظر نہ آتا تھا، اس دوران انسانیت کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹ دیا جاتا تھا، والدین کا ادب واحترام نام کی کوئی چیز نہ تھی، بہن کو باپ کی وراثت سے محروم کرنا اپنا حق سمجھا جاتا تھا، ماں کو اپنے باپ کی جائیداد سمجھ کر اس سے بدکاری کی جاتی تھی، غیرت اور حیا کا جنازہ نکل چکا تھا، امیر غریب کے استحصال کو اپنا حق سمجھتا تھا، امیر روز بروز امیر اور غریب غریب تر ہوتا جا رہا تھا، انسانیت کی مقدس جبین کو ایک معبود برحق کے علاوہ تین سو ساٹھ معبودان باطلہ کے سامنے سجدہ ریز کیا جاتا تھا اور ان معبودان باطلہ کی پرستش کو ملت ابراہیمی کا مقدس نام دیا جاتا تھا۔ کعبہ میں شرک کا اڈہ قائم کر دیا تھا، اور 360 بت اس میں سجائے گئے تھے، خانہ کعبہ کا طواف برہنہ حالت میں کیا جاتا تھا، الغرض کوئی برائی ایسی نہ تھی جو اس معاشرے میں نہ پائی جاتی تھی، ہر طرف برائی، ظلم، شرک اور بدکاری کی تاریکی اور خزاں کا بسیرا تھا، انسانیت سسک سسک کر دم توڑ رہی تھی، بالآخر اللہ تعالیٰ کو اس سسکتی اور بلبلاتی ہوئی انسانیت پر رحم آیا اور اپنے عظیم محبوب سرکار دوعالم حضرت محمد ﷺ کو اس جہان رنگ و بو میں بھیجا۔

رسول اللہ ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو اس شان سے تشریف لائے کہ آپ کی والدہ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں جب آپ ﷺ میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق ومغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا۔

اس حدیث میں جس نور کا ذکر ہے اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ اس نور سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔ ہاں یہ اس عظیم پیغمبر بہار کی ولادت باسعادت ہے جو دنیا میں امتیازی شان کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے کہ بیت اللہ بھی نور سے منور ہو گیا اور فلک کی زینت بنے نجوم اپنی بلندی کو چھوڑ کر زمین کو بوسہ دینے کو سعادت سمجھتے ہیں، حضرت عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقفیہ فاطمہ بنت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے، ابدی بہار کے پیغمبر اس شان وہیبت کے ساتھ جہان رنگ وبو میں رونق افروز ہوئے کہ آپ ﷺ کی ولادت

---

دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت

باسعادت سے کفار کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی کفریہ طاقتوں نے دم توڑ دیا غریبوں، بے سہاروں، مظلوموں کو مسیحا مل گیا، زندہ دفن ہونے والی بچی کو زندگی کی انمول دولت ملی، بہن کو اپنے باپ کی وراثت سے حصہ مل گیا، ماں کو ایک خاص مقام ملا، ماں باپ کی خدمت کو نبی کریم ﷺ نے اللہ کی رضا اور حصول جنت کا ذریعہ قرار دیا انسانیت کے قتل کا نہ تھمنے والا سلسلہ ختم ہوا، نور توحید سے شرک اور عدل و انصاف سے ظلم اور ناانصافی کی تاریکی اور اندھیرا کافور ہوا سسکتی ہوئی انسانیت کو ماوئی و ملجا ملا، انسانیت کی مقدس جبین کئی معبودان باطلہ سے ہٹ کر ایک معبود برحق کے سامنے جھکی کفر و شرک کا جھنڈا سرنگوں ہوا اور توحید و سنت کا علم بلند ہوا۔

قارئین کرام! اللہ کی عظیم بہار ''دین اسلام'' کے پیغمبر ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے ابدی بہار کی ایسی ہوائیں چلیں کہ وہی لوگ جو کل تک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے لیکن جب یہی لوگ رسول محترم ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کرتے ہیں تو آپس میں شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے پر ایسے رحم دل اور مہربان ہو جاتے کہ اگر ایک صحابی میدان جہاد میں شریک اپنے بھائی کی خبر گیری کے لیے جاتا ہے تلاش کے بعد اس سے حال و احوال پوچھنے کے بعد پانی طلب کرنے پر جب اسے پانی پلانے لگتا ہے تو قریب سے دوسرا زخمی صحابی پانی کی صدا لگاتا ہے تو اس زخمی کو اپنی پیاس بھول جاتی ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ پہلے میرے اس بھائی کو پلاؤ جب وہ صحابی دوسرے زخمی کے پاس پانی لے کر پہنچتا ہے تو قریب سے تیسرا زخمی مجاہد صحابی جان کنی کے عالم میں کراہتے ہوئے پانی طلب کرتا ہے۔ تو اس دوسرے زخمی صحابی کو اپنی پیاس کا احساس نہیں رہتا۔ اپنے بھائی کو اشارہ کرتا ہے کہ پہلے میرے اس بھائی کو پانی پلاؤ وہ صحابی جب تیسرے زخمی صحابی کے پاس پانی لے کر پہنچتا ہے تو اس صحابی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہوتی ہے۔ دوسرے کے پاس واپسی پہنچتا ہے وہ بھی جنت کا راہی بن چکا ہوتا ہے۔ جب اپنے بھائی کے پاس پہنچتا ہے تو وہ بھی شہادت کا جام نوش کر چکا ہوتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی اخوت اور بھائی چارگی کا عالم ہے کہ تینوں شہادت کا تاج اپنے سر پر سجا لیتے ہیں لیکن دوسرے سے پہلے پانی پینا گوارا نہیں کرتے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

رسول معظم ﷺ کی تربیت کا اثر ہے کہ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے پر ایسے مہربان تھے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی ایسی

محبت تھی کہ ایک صحابی کے گھر سے بکرے کی سری چلتی ہے کہ میرے بھائی کو ضرورت ہوگی ہر ایک دوسرے کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہوئے اگلے گھر بھیج دیتا ہے حتیٰ کہ وہ سری سات گھروں سے چکر لگا کر اسی پہلے صحابی کے گھر پہنچتی ہے۔ جس نے پہلے ہدیہ کی تھی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نبی الرحمۃ ﷺ کا ان صحابہ کرامؓ اجمعین پر ایسا اثر تھا کہ آپ کی تربیت سے وہ لوگ آپس میں ایسے بھائی بھائی بن گئے کہ قرآن کریم ان کی اس اخوت ومحبت کی مثالیں اس انداز میں بیان کرتا ہے۔

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ.

ترجمہ: اور الفت ڈالی ان کے دلوں میں اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ زمین میں ہے سارا نہ الفت ڈال سکتا ان کے دلوں میں لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان میں بے شک وہ زور آور ہے۔ حکمت والا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تفسیر عثمانی میں تحریر فرماتے ہیں خدا نے حقیقی بھائیوں سے زیادہ ایک کی الفت دوسرے کے دل میں ڈال دی پھر سب کی الفتوں کا اجتماعی مرکز حضور انور ﷺ کی ذات منبع البرکات کو بنا دیا۔

دوسرے مقام پہ اللہ ان کے دلوں کی باہمی محبت یوں بیان کرتے ہیں۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا. ترجمہ: اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب کہ تم تھے آپس میں دشمن، پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی۔

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

یعنی صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر خدا جل جلالہ نے نبی کریم ﷺ کی برکت سے تم کو بھائی بھائی بنا دیا، جس سے تمہارا دین اور دنیا دونوں درست ہوئے اور ایسی ساکھ قائم ہو گئی، جسے دیکھ کر تمہارے دشمن مرعوب ہوتے ہیں، یہ برادرانہ اتحاد خدا جل جلالہ کی اتنی بڑی نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ خرچ کر کے بھی میسر نہ آسکتی تھی۔

سورۃ الفتح میں اللہ ان کی باہمی محبت کو یوں بیان کرتے ہیں: رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ:

ترجمہ: نرم دل ہیں آپس میں۔

علامہ عثمانی رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

یعنی اپنے بھائیوں کے ہمدردان کے سامنے نرمی سے جھکنے والے اور تواضع اور انکساری سے پیش آنے والے۔

قارئین کرام: یہ رسول پاک ﷺ کی

تربیت کا اثر ہے وہ لوگ آپس میں ایسے شیر وشکر ہو گئے کہ قرآن انہیں ایک دوسرے کا خیر خواہ کہتا ہے ایک دوسرے پر مہربان اور رحم دل بتاتا ہے۔

رسول پاک ﷺ دنیا میں نہ ختم ہونے والی بہار لے کر رونق افروز ہوئے، آپ ﷺ کا ہر کمال پیغام بہار ہے آپ کو ملنے والا دین مکمل بہار ہے، آپ پر اترنے والی کتاب قرآن مجید اوّل تا آخر بہار ہی بہار ہے۔

برادران اسلام: ہر بہار کی قدر یہ ہے کہ بہار سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔ امام الانبیاء، خاتم الانبیاء ﷺ جو بہار لے کر تشریف لائے، اس کی قدر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم آپ کی شریعت پر عمل کریں، آپ پر اترنے والی کتاب قرآن مجید کو اپنا رہبر بنا کر اس کی رہنمائی میں زندگی گزاریں سنت رسول اللہ ﷺ کو حرز جان بنائیں۔

شریعت اسلامیہ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ پر ہر عمل کرنے کے لیے ہمیں صحابہ کرامؓ کے دروازے پہ جانا پڑے گا۔ ان کو اپنا مقتدا ماننا پڑے گا ان کے بارے میں غلط شکوک و شبہات سے بچنا ہوگا اگر صحابہ مجروح ہو جائیں تو پورا دین اسلام مجروح ہو جاتا ہے اس لیے کہ اسلام کا ہر رکن نبی علیہ السلام سے نقل کرنے والے صحابہؓ ہیں لہٰذا بہار آمدہ مع مصطفیٰ کریم ﷺ پر عمل کرنے کے لیے صحابہ کو معیار حق ماننا پڑے گا۔

غزوۂ خیبر میں جب آپ ﷺ نے علم عطا فرمانے کے لیے حضرت علی بن ابی طالب کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب چشم ہے اور یہ آشوب جیسا کہ مسند ابن حنبل میں ہے ایسا سخت تھا کہ ایک صاحب ان کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے، آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن مل دیا اور دم کر دیا۔ وہ اسی وقت اچھی ہو گئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں۔ (صحیح بخاری باب غزوہ خیبر)

آپ ﷺ ایک سفر میں جا رہے تھے کہ ایک عورت ایک بچے کو لیے ہوئے سامنے آئی اور کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کو دن میں کئی دفعہ کسی بلا کا دورہ ہوتا ہے..... آپ ﷺ نے بچے کو اٹھا کر کجاوہ کے سامنے رکھا اور تین بار کہا کہ اے خدا کے دشمن نکل میں خدا کا رسول ہوں، پھر لڑکے کو اس کے حوالے کر دیا۔ سفر سے پلٹے تو وہ عورت دو دنبے لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا ہدیہ قبول فرمایئے، خدا کی قسم پھر بچے کے پاس وہ بلا نہ آئی۔ آپ ﷺ نے ایک دنبہ قبول فرما لیا اور دوسرے کو واپس کر دیا۔ (مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۴۷۰)

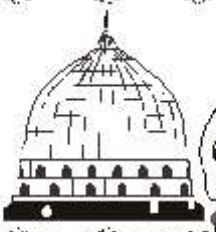

# کامیاب ترین انسان

حبیب اشرف لاہوتی

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے لوگوں کو دینی و دنیاوی فوز و فلاح کی طرف بُلایا تو مکہ کے قریش آپ کے جانی دشمن بن گئے۔ عتبہ بن ربیعہ سرداران قریش کی طرف سے نمائندہ بن کر حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا ''بھتیجے تم نے یہ کام شروع کیا ہے اس سے تمہارا مقصد اگر مال و دولت حاصل کرنا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اتنا کچھ دے دیتے ہیں کہ تم عرب بھر میں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ گے اور اگر تم اس سے اپنی بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمہیں متفقہ طور پر اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور کسی معاملہ کا فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کریں گے اور اگر بادشاہی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔

عتبہ یہ باتیں کرتا رہا اور اللہ کے آخری رسول ﷺ خاموشی سے سنتے رہے۔ عتبہ کے نزدیک زندگی میں ایک کامیاب ترین انسان کا تصور یہی تھا کہ اسے ڈھیروں مال و دولت حاصل ہو جائے یا اُسے انسانوں پر چودھراہٹ حاصل ہو جائے۔ جب وہ خاموش ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا میری سنو! پھر آپ نے سورہ حٰمٓ سجدہ کی تلاوت شروع کی جب آپ اس آیت پر پہنچے: فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ

(اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں نے تم کو اسی طرح اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈرایا ہے، جیسا کہ عاد و ثمود پر نازل ہوا تھا)

گویا ایک انسان کی حقیقی کامیابی یہ ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی میں ایسے کام انجام دے جن کے نتیجے میں وہ اُخروی زندگی میں عذاب سے محفوظ رہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کا یہی مقصد وحید تھا، دُنیا کے اس کامیاب ترین انسان (ﷺ) کی تعلیمات اس قدر کامل و اکمل ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے دین اور دُنیا کی کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں۔

---

جسم اور لباس کی پاکیزگی نصف ایمان ہے

اللہ کے آخری رسول ﷺ کی حیات مبارکہ کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالی جائے وہ ایک کامل و اکمل اور کامیاب ترین انسان نظر آتے ہیں۔ بحیثیت شہری وہ انتہائی دردمند اور مخلص کارکن نظر آتے ہیں۔ بحیثیت تاجر وہ انتہائی حوصلہ مند، سچے اور دیانت دار ہیں، بحیثیت شوہر انتہائی خوش مزاج اور مہربان ہیں، بحیثیت باپ انتہائی شفیق ہیں، بحیثیت جرنیل اور سپہ سالار انتہائی کامیاب اور کریم النفس ہیں۔ بحیثیت مبلغ و مصلح فقید المثال ہیں۔ بحیثیت معلم بے نظیر ہیں، بحیثیت قائد و حکمران انتہائی جمہوریت نواز ہیں، غرض جس پہلو سے بھی نظر ڈالیں حضور ﷺ ایک کامیاب ترین انسان ہیں۔ **اللّٰھم صلی علی محمدٍ و آلِ محمدٍ وبارک وسلم**

ذرا اس معاشرے پر نظر ڈالیے جس کے آخری رسول ﷺ مبعوث ہوئے۔ ہر طرف شراب نوشی اور جوئے بازی کا زور تھا، باہمی جنگ و جدل کی گھٹائیں مسلط تھیں۔ بت پرستی اُن کی گھٹی میں پڑی تھی۔ دُختر کشی عام تھی، بداخلاقیوں کی گندگیاں اچھل رہی تھیں، کوئی آئین تھا اصول، نہ کوئی تہذیب تھی اور نہ تمدن، ہر طرف بے حیائی، زنا کاری، حرام خوری، دغا، فریب، تکبر و غرور، حسد و کینہ، غیبت و بدگوئی، کذب و دروغ کے سیلاب اُمڈے ہوئے تھے۔ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ۲۳ سال کی محنت سے اس معاشرے کی کایا پلٹ دی اور دیکھتے ہی دیکھتے شراب اور جوئے کے رسیا اخلاق کے معلم بن گئے۔ بت پرستی کا نام و نشان تک مٹ گیا، ذرا ذرا سی بات پر قتل و غارت گری کا بازار گرم کردینے والے باہم شیر و شکر ہو گئے۔ بقول اکبر الہ آبادی۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

حضور اکرم ﷺ کے سامنے بنی نوع انسان کی حقیقی کامرانی کا مشن تھا، اس مشن کی خاطر آپ کو آپ کے جاں نثار رفقا کو طرح طرح کی تکالیف اور مصائب برداشت کرنا پڑے، آپ کو گالیاں دی گئیں، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، گزرتے ہوئے سر پر کوڑے کے ڈھیر پھینکے گئے، نماز پڑھتے ہوئے عین سجدہ کی حالت میں غلاظت کے انبار ڈالے گئے، طائف میں لہولہان کیا گیا، شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا۔

حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کو بھی

قریش نے بے پناہ مظالم کا نشانہ بنایا۔ ایک روز اللہ کے آخری رسول کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ خباب بن اَرت پر نظر پڑی جو قریش کے بے پناہ مظالم کے باعث وہاں بے حال پڑے تھے۔

خباب بن ارت کو ہوش آیا حضور ﷺ پر نگاہ پڑی تو ادب سے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) ہمارے لیے خدا سے مدد کی دُعا نہیں فرمائیں گے؟ حضور اکرم ﷺ نے خباب کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: خباب! تم سے پہلے ایسے لوگ ہو گزرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلا کر ان کو دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا، لوہے کی تیز بڑی بڑی کنگھیوں سے جیتے جی ان کے گوشت اور کھالوں کو ان کی ہڈیوں سے نوچ لیا جاتا تھا لیکن یہ چیزیں ان کو دین و ایمان سے نہ پھیر سکیں۔

پھر ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! میرے اس کام کو اللہ تعالیٰ ایسی تکمیل منزل تک پہنچائے گا کہ ایک سوار صنعا سے حضر موت تک تنہا سفر کرے گا اور اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا خوف لاحق نہیں ہوگا اور دُنیا سے جلد ہی امن و امان کا یہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا اُن راستوں سے جہاں عرب مسلح قافلوں کے بغیر گزرنے کا تصور نہیں کر سکتے تھے لوگوں نے دیکھا کہ قادسیہ سے اکیلی عورت حج کے لیے نکلتی ہے، مکہ پہنچتی ہے اور اس راستے میں کسی قسم کا کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا۔

حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں جب اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو علاقہ زیادہ سے زیادہ سو مربع میل ہوگا، لیکن آٹھ نو سال کے قلیل عرصے میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے بعد جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو اس وقت یہ ریاست پھیل کر بارہ لاکھ مربع میل تک وسیع ہو چکی تھی۔ ان ۲۳ سالوں میں مسلمانوں کی چھوٹی بڑی ۸۱ جنگیں ہوئی۔ ۲۷ غزوات میں حضور ﷺ خود شریک ہوئے لیکن حیرانی کی بات ہے کہ ان تمام جنگوں میں مسلمان مقتولین ۲۵۹ اور غیر مسلم مقتولین ۷۵۹ تھے۔ یعنی مقتولین کی کل تعداد ۱۰۱۸ تھی جب کہ اسلامی انقلاب سے قبل رومی فاتحین کا یہ حال تھا کہ وہ ایک ہی یلغار میں دو دو لاکھ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا کرتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات آج بھی زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری مکمل رہنمائی کر سکتی ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ہم بھی کامیاب و کامران زندگی گزار سکتے ہیں۔

---

دعا کبھی بیکار نہیں جاتی، البتہ قبول ہونے کی صورتیں مختلف ہیں

# حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ اخلاق

مشتاق احمد ورک

12 ربیع الاوّل کو تمام مسلمان عید میلاد النبی ﷺ کے طور پر مناتے ہیں۔ لمحۂ فکریہ ہے کہ عالمِ اسلام میں ایک غالب اکثریت اس عظیم تہوار کو ایک رسم کے طور پر مناتے ہیں۔ بدقسمتی کی بات ہے کہ سارا سال غفلت میں پڑے رہتے ہیں لیکن ربیع الاوّل میں چند رسومات ادا کر کے تصور کر لیا جاتا ہے کہ شانِ رسالت کے بیان کا حق ادا ہو گیا۔

حالانکہ اگر حضور ﷺ کے احسانات کو دیکھا جائے تو سارا سال درودِ پاک کی محافل سجانے سے بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ شان بیان کرنی ہو تو حضرت علامہ اقبال سے سیکھیں جنہوں نے انتہائی مصروفیت کے عالم میں بھی لاتعداد دفعہ درودِ پاک پڑھا بلکہ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ذکرِ مبارک کرتے ہوئے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی تھیں۔ بہت سی ہستیوں نے دو جہانوں کے سردار جناب محمد ﷺ کی شفاعت کا حقدار بننے کے لیے مخلصانہ کاوشیں کی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ (اللہ ان پر رحمتوں کی بارش برسائے۔ آمین) اپنی زندگی میں درودِ پاک کی محفل سجایا کرتے تھے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ عالمِ اسلام نے ان مقدس ہستیوں کو بھی بانٹ لیا ہے۔ معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ محرم کے آغاز سے تصور کیا جاتا ہے کہ شاید یہ مہینہ صرف شیعہ حضرات کا ہے باقی مسلمانوں کا اس پر حق نہیں ہے۔ حالانکہ یکم محرم کو جلیل القدر ہستی حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی۔ اس ہستی کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان تھا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ بات کو طوالت سے بچانے کے لیے عرض ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بارے میں شیعہ حضرات سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کام سنی اور وہابی لوگوں کا ہی ہے۔ ربیع الاوّل کو سنی بلکہ بریلوی سب سے زیادہ اپنے قریب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہم سب کا ایمان ہے کہ اللہ کے بعد مقدس ترین ہستی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ ہمارے لیے حضرت علیؓ، حضرت امام حسینؓ اور باقی صحابہؓ جن سب کو حضور ﷺ نے ستاروں سے تشبیہ دی تھی،

نہایت محترم ہیں۔ دل و جان سے ان سب کا احترام کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ بہر حال حضور ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر دشمنوں نے بھی دین کی دعوت کو دل و جان سے قبول کیا۔ آسان کام نہیں ہے کہ کوڑا پھینکنے والی بوڑھی عورت کو نہ صرف معاف کیا بلکہ تیمارداری کی اور خدمت بھی کی۔ جن لوگوں نے لہولہان کیا ان کے حق میں بھی بددعا نہ کی۔ فرشتہ اجازت طلب کرتا ہے کہ ظالموں کو دو پہاڑوں میں پیس دیا جائے تو اجازت نہیں دیتے بلکہ امید رکھتے ہیں کہ ان میں سے صاحبِ ایمان پیدا ہوں گے۔ آخری سانس تک اپنی امت کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا رکھ کر غیروں کو سکھ پہنچایا۔

حسنِ اخلاق کی بے شمار مثالوں میں سے چند ایک کا احاطہ ممکن ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی چڑیا کے بچے اٹھاتا ہے تو چڑیا کے پریشان ہونے پر بچے دوبارہ رکھوانے کا حکم دیتے ہیں۔ اونٹ گویائی کی قوت سے محروم ہونے کے باوجود ظالم مالک کی شکایت لے کر حاضر ہوتا ہے۔ جنگلی جانور اظہارِ محبت و عقیدت کے لیے رستے میں حاضری دیتے ہیں۔ بندۂ عاجز اس مقدس ماہ کی مناسبت سے چند حروف صرف اس نیت سے بیان کر رہا ہے کہ کل روزِ قیامت شفاعت کی اپیل کرنے والوں کی قطار میں کھڑے ہونے کا حق حاصل کر سکے۔ اس ہستی کی تعریف میں تو بڑے بڑے لوگوں نے طبع آزمائی کی لیکن حق ادا نہ ہو سکا۔

اللہ پاک اپنے محبوب کی شان اس طرح بیان فرماتا ہے مومنوں پر بڑا شفیق، بے حد مہربان ہے۔ (سورہ توبہ، آیت ۱۲۸)۔ اس کے لیے ہر وہ بات ناگوار ہے جو تمہیں تکلیف پہنچائے اور (وہ) تمہاری بھلائی کا حریص ہے۔ (سورہ توبہ، آیت ۱۲۸)

(اے نبی ﷺ) ہم نے تم کو جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷) حضور ﷺ ذاتی زندگی میں بھی ایک بہترین شوہر، بہترین باپ، بہترین بھتیجے، بہترین سسر اور بہترین داماد تھے۔ والدین میں سے والد تو پیدائش سے پہلے ہی اللہ کے پاس چلے گئے۔ ماں اور دادا کی شفقت سے بھی بچپن ہی میں محروم ہو گئے۔ چچا ابوطالب کی خدمت باپ سمجھ کر کی۔ چچا بھی جان چھڑکتے تھے۔ تمام کمالات ہونے کے باوجود جب چچا نے دسِ اسلام قبول نہ کیا تو اس پر بہت غمگین رہتے تھے۔

موجودہ زمانے کا تجزیہ کیا جائے تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ علمائے دین کی

اکثریت اپنا رعب برقرار رکھنے کی غرض سے خوش اخلاقی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ شگفتہ مزاجی کو بعض تو شاید خلاف شریعت گردانتے ہیں۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ ہلکا پھلکا مزاح نہ صرف جائز سمجھتے تھے بلکہ اس میں حصہ بھی ڈالتے تھے۔ چند واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

ایک معمر خاتون آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی، اے اللہ کے رسول ﷺ دعا فرمایئے کہ میں جنت میں جاسکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہ ہو سکے گی۔ خاتون روتے ہوئے واپس جانے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں بوڑھی نہیں بلکہ جوانی کی حالت میں عورتیں جائیں گی کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے بے شک ہم پیدا کریں گے ان (بیویوں) کو نئے سرے سے، پھر ہم انہیں کنواریاں، دل رُبا اور ہم سِن بنا دیں گے۔

(سورۃ الواقعہ، آیت ۳۵،۳۷)

ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی سواری عنایت فرما دیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا، ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ اس نے عرض کیا، میں بچے کو کیا کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ آداب میں رہ کر خوش اخلاقی کی غرض سے مزاح کا سہارا لینا دین و دنیا کے لحاظ سے ایک پسندیدہ عمل ہے۔ خوش طبعی اور خوش اخلاقی انسان کے اندر سے غرور جیسی مہلک بیماری کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ حضور ﷺ نے زندگی بھر کسی کا دل نہیں دُکھایا۔ کسی پر کبھی نہ ہنسے، اچھی بات پر قہقہہ لگانے کی بجائے مسکراہٹ کا سہارا لیا۔ دنیا اور آخرت کی کامیابیاں اکٹھی کرنے کی سعی میں مصروف رہنے کے باوجود ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھا۔ خود بھی خوش رہنے کی کوشش کرتے تھے اور متعلقین کو بھی ہمیشہ خوش رکھا۔ اماں عائشہؓ نے اپنے باپ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی موجودگی میں حضور ﷺ سے بیوی کی حیثیت میں بے تکلف گفتگو کی۔ ابوبکرؓ نے برا منایا لیکن حضور ﷺ نے مسکراہٹ کے ساتھ معاملہ رفع کر دیا بلکہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تمہیں تمہارے والد سے میں نے بچایا ہے۔

حسنِ اخلاق پر قربان جایئے کہ جہالت سے بھرپور معاشرے میں غلام اور لونڈی کو عظیم مقام دلوایا۔ حضرت بلالؓ جیسے حبشی غلام کو امت کی آنکھوں کا تارا آپ ﷺ ہی نے بنایا۔ محنت مزدوری کرنے والوں کو بہت بڑا مقام دلوایا۔ ہم اپنے اعمال اور نیتوں پر غور

کریں تو کھسی آتی ہے، ہم جن لوگوں کو کمی کمین کہتے ہیں اور اپنے برابر بیٹھنے سے منع کرتے ہیں، ان کے بارے میں حسن اخلاق کے پیکر ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں مدد اور رزق اپنے کمزور لوگوں کے سبب دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔ یہاں تو صورت حال اتنی تشویشناک ہے کہ مہینہ بھر کام لینے کے بعد بھی مزدوری اس طرح دی جاتی ہے جیسے خیرات ہو۔ اللہ ہمیں ہدایت عطا فرمائے۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ حضور ﷺ نے مجھے مسکینوں سے محبت کا درس دیا۔ معلم انسانیت نے زندگی کے ہر شعبہ میں رہنے والے لوگوں کو اعلیٰ اخلاقی اقدار چھوڑنے کا درس دیا۔ یتیموں، مسکینوں اور نادار لوگوں سے خود بھی حسن اخلاق سے پیش آئے اور امت کو بھی بار بار تاکید کی۔

بہت بڑا اور متبرک موضوع ہے جسے بیان کرنا ہمارے بس میں نہ ہے، بقول شاعر:

محمد ﷺ کے فضائل کو میں کیسے یوں بیاں کر دوں
کہ بحر بیکراں کو ایک کوزے میں رواں کر دوں
کوئی بھی دعویٰ کر سکتا نہیں ایسی روانی کا
سمندر سے سمجھ لینا یہ قطرہ ایک پانی کا

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ٹوٹے پھوٹے بے ترتیب الفاظ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ مزید دعا ہے کہ ہمیں ایسے الفاظ سکھا دے کہ محبوب کی شان اس کی شان کے برابر بیان کر سکیں۔ (آمین، ثم آمین)۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں عقبہ بن معیط ایک کافر رئیس کی بکریاں چرایا کرتا تھا آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا ادھر سے گزر ہوا..... آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا لڑکے تمہارے پاس دودھ ہے؟ ہم کو پلاؤ گے؟ میں نے کہا میں امین ہوں آپ کو نہیں پلا سکتا..... آپ ﷺ نے پوچھا اچھا کوئی بکری کا بچہ ہے؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا لے آؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے بچہ پکڑا اور آنحضرت ﷺ نے تھن میں ہاتھ لگایا اور دعا کی۔ ابوبکرؓ ایک گہرا پتھر لے آئے اس میں دودھ دوہا گیا، پہلے آپ ﷺ نے خود پیا پھر حضرت ابوبکرؓ نے پیا اس کے بعد حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں پھر مجھے پلایا۔ دودھ پی کر آپ ﷺ نے فرمایا اے تھن سمٹ جا وہ سمٹ کر خشک ہو گیا۔ اس کے بعد میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ اس عمدہ کلام یعنی قرآن مجید میں سے مجھے کچھ سکھایئے۔

(مسند ابن حنبل جلد ۱ ص ۳۷۹)

''میں نے لقمان کی دانائی پڑھی، ارسطو کی منطق اور فلسفہ پڑھا بوعلی سینا، کی حذاقت و طبابت پڑھی، رستم و سہراب کا جائزہ لیا، لینن اور کارل مارکس کے فارمولے پڑھے، شرق و مغرب کی ساری لیڈرشپ اور عرب و عجم کے تمام لیڈروں کا بغور جائزہ لیا، لیکن مجھے ایسا قائد جس کی شخصیت کا ہر پہلو بے داغ اور محبوب ہو جس سے اپنے اور پرائے محبت کرنے پر مجبور ہو جائیں، ان میں سے کوئی نظر نہیں آتا سوائے محمد عربی ﷺ کے۔ اس لیے کہ دوسرے کسی میں اگر کوئی خوبی نظر آتی ہے تو وہ وقتی ہے، علاقائی ہے یا اس کی اپنی قوم تک تعلق رکھتی ہے اور محدود ہے''۔

یہ تبصرہ اور رپورٹ ہے، ایک نصرانی اخبار نویس کی جس نے دنیا بھر کے صحافیوں کو دعوت تحریر دی تھی کہ ہر ایک اپنی پسندیدہ شخصیت پر کوئی مضمون لکھ بھیجیں جو انسانی برادری کے لیے یکساں واجب الاحترام ہو جس کی شخصیت کا سب اعتراف کرتے ہوں۔

درحقیقت سرورِ کونین رحمت للعالمین ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو، آپ ﷺ کی سیرت کا ہر جزو انقلاب آفریں پیغام اور آبِ حیات کا درجہ رکھتا ہے اور قیامت تک کے لیے انسانیت کی فلاح کا وہ معیار بھی ہے اور اس میں کوئی زاویہ بربریت اور وحشت کا نظر نہیں آتا۔ فخر الانبیا ختم الرسل کی ذات مقدس کے جس شعبۂ زندگی کا بھی مطالعہ کیا جائے شفقت ہی شفقت، رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے۔

عام طور پر جب انسان کے پاس دولت و طاقت کی فراوانی ہوتی ہے تو اس کا اخلاق گر جاتا ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کو جوں جوں معاشی و سیاسی طاقت حاصل ہوتی گئی آپ کے اخلاق حسنہ پر مزید رنگ چڑھتا گیا۔

تاریخ عالم میں کوئی مثال نہیں ملے گی جس کو گالیاں دی گئیں ہوں اس نے تحفہ پیش کیا ہو۔ جس کو خاردار راستہ پر چلایا گیا ہو، اس کے عوض پھول نچھاور کیے ہوں، جس نے پتھر برسائے ہوں اس کو گلدستہ پیش کیا ہو۔ اگر وہ مثال اور نمونہ ملے گا تو وہ سرزمین حجاز کے باسی، وہ ارضِ بطحا میں گشت کرتے سالارِ قوم حضرت محمد ﷺ کی ذات میں ملے گا۔

---

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو

کون نہیں جانتا کہ فتح مکہ کے بعد صحنِ حرم میں دشمنانِ اسلام، سردارانِ قریش جمع تھے، اُن میں وہ بھی تھا جو راہِ مبارک پر کانٹے بچھایا کرتا تھا، ان میں وہ شقی بھی تھا جس نے بدنِ مقدس پر اوجھڑی ڈالی تھی، ان میں وہ ننگِ انسانیت بھی تھا جس نے حضرت سمیہؓ کو شرمناک طریقہ پر شہید کیا تھا اور فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبِ مبارک کو دُکھی کیا تھا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے سب کو مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ اے قریش! کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟

قریش مزاج شناس تھے، تاڑ گئے، آواز میں رحمت کی بُو آتی ہے، رحمت کا سہارا لے کر بولے خیراً اخ کریم وابن اخ کریم. آپ سے بھلائی ہی کی توقع رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ شریفوں سے نیکی کی ہی امید کی جاسکتی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔ "گھبراؤ نہیں جاؤ! مکہ کی ماؤں سے کہہ دو تمہاری ممتا نہیں لوٹی جائے گی، مکہ کے بچوں سے کہہ دو تمہیں یتیم نہیں بنایا جائے گا، مکہ کی بہنوں سے کہہ دو تمہارے دوپٹے اتارے نہیں جائیں گے۔

آج جس نے گلے پر تلوار چلائی تھی اس کو گلے سے لگایا جائے گا، جس نے سینے میں خنجر گھونپا تھا اس کو سینے سے چمٹایا جائے گا۔ جو پیغامِ موت بن کر حملہ آور تھا اس کو جامِ حیات دیا جائے گا۔ لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا وانتم الطلقاء آج جو ابوسفیان کے گھر چلا گیا اس کو امان ہے۔ جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے۔ جس نے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے الیوم یوم المرحمۃ آج بدلہ نہیں، معافی کا دن ہے"۔

وحشی جو آنحضرت ﷺ کے عمِ محترم حضرت امیر حمزہؓ کا قاتل تھا ہندہ جو رئیس کفار ابوسفیان کی بیوی تھی، وہ ہندہ جو معرکہ احد میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گا گا کر سپاہیوں کا جذبہ بڑھاتی اور جوش دلاتی تھی اس نے نذر مان رکھی تھی کہ جب تک حمزہ کا کلیجہ چاک کر کے نہ چباؤں گی اس وقت تک چین نہ لوں گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ شہید کر دیئے جاتے ہیں، ہندہ سینہ چاک کرتی ہے، کان، ناک کاٹ کر ہار بناتی ہے، کلیجہ چباتی ہے اور اپنی ناپاک روح کو جھوٹی تسلی دیتی ہے۔

ان میں عکرمہ بھی تھا جو دشمنِ اسلام ابوجہل کا فرزند تھا۔ اس میں صفوان بن امیہ تھا جو مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا۔ بہار بن اسود جو ایک حد تک حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا قاتل تھا۔ ابوسفیان جو سرغنۂ کفر و شرک تھا، یہ سب ایک بار بارگاہِ رسالت

عزت مآب میں بازیاب ہوئے اور اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ دفعتہً باب رحمت وا ہوا دوست و دشمن کی تمیز یکسر مفقود ہو گئی۔

آپ نے طائف کا نام سُنا ہوگا وہ طائف جس نے مکہ کے عہد ستم میں آپ کو پناہ نہیں دی۔ بات تک نہ سُننی چاہی۔ جہاں آپ کی تحقیر کی گئی، جہاں بازار والوں نے آپ کی ہنسی اُڑائی۔ شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور پتھروں کی بارش برسائی۔ آپ لہولہان ہو گئے۔ حتیٰ کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب تھک کر بیٹھ جاتے تو شریر آپ کا بازو پکڑ کر اٹھاتے جب آپ چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے۔ پہاڑ کے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جاؤ میرے محبوب کو جس طرح ہو تسکین دو فرشتے دست بستہ عرض خدمت ہوئے، یا رسول اللہ، اجازت ہو تو بدبختوں اور گستاخوں کو پہاڑ کے بیچ پیس دیں کہ صفحۂ ہستی پر نام و نشان تک نہ باقی رہ جائے۔ موقع تھا کہ آج اوباشوں کے شرکا کو دندان شکن جواب دیا جاتا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جاتا۔ رحمتِ عالم کی صفتِ رحیمی ملاحظہ فرمایئے۔

جناب رحمت اللعالمین نے سُن کے فرمایا:
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا
میں کیوں ان کے لیے قہر الٰہی کی دعا مانگوں
بشر ہیں بے خبر ہیں، کیوں تباہی کی دعا مانگوں۔

رسول اکرم ﷺ کو اس دن اس قدر تکلیف پہنچی تھی کہ نو برس بعد جب حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ تمام عمر میں سب سے زیادہ تکلیف کا دن آپ پر کون سا آیا تو آپ نے اسی طائف کا ذکر فرمایا کہ وہ شام میری زندگی کی سخت ترین شام تھی۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا۔ حضور ﷺ کی در پردہ دشمنی میں کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ ہر موقع پر خفیہ سازشوں کا جال پھیلاتا۔ حضور ﷺ اور مسلمانوں کی اہانت کا اعلانیہ مرتکب ہوتا۔ اسی پر بس نہیں حضرت عائشہؓ پر افترا پردازی سے باز نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ درگزر کیا۔ یہاں تک کہ اس کے انتقال پر کفن کے لیے اپنا کرتا مرحمت فرمایا۔

یکتائے روزگار کی شانِ رحیمی دیکھیے۔

طی وقت حاتم طائی کی بیٹی سفانہ ۹ھ میں جنگی قیدی بن کر رسولِ خدا کی خدمت میں پیش ہوئی۔ وہ ننگے سر تھی، آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا میرا رومال اس کے سر پر ڈال دو۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا، حضور ﷺ! رومال جس کے ایک ایک دھاگا کی عفت و پاکیزگی پر فرشتے رشک کرتے ہیں وہ ایک کافرہ کے سر پر؟ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا بیٹی بہر حال بیٹی ہوتی ہے دوست کی ہو یا دشمن کی۔ جس طرح بے پردگی اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں اسی طرح اوروں کی بیٹیوں کے

لیے بھی گوارا نہیں۔ سرورِ عالم ﷺ نے حاتم کی بیٹی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جاؤ! بیٹی تیرے باپ کی نیک نامی اور انسان دوستی کے صلہ میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔ بنتِ حاتم عرض خدمت ہوئی۔

مروّت نہ یتیم رہائی زبند
بہ تنہا دیار ائم اندر کمند

اس نے عرض کیا میں بنتِ حاتم ہوں میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ قبیلے کے لوگوں کو گرفتار چھوڑ جاؤں اور خود آزادی حاصل کر لوں۔ میں اپنی رہائی کے ساتھ اپنے قبیلہ کے قیدیوں کی بھی رہائی کی تمنا رکھتی ہوں۔

سرورِ کونین ﷺ مسکرائے اور ارشاد فرمایا: جاؤ تمہیں تمہارے باپ کی سخاوت اور انہیں تمہاری انسانی مروّت کی وجہ سے پروانۂ آزادی عطا کرتا ہوں۔ زادِ راہ دے کر اسے ملکِ شام بھجوانے کا حکم صادر فرمایا۔

رحمتِ عالم ﷺ کی بے پایاں شفقت اور کردار کی حلاوت نے دل موہ لیا، قبیلہ طے کے لوگ اشکبار ہو گئے، اور عرضِ خدمت ہوئے یا رسول اللہ! جب آپ ﷺ نے دنیا کی قید سے رہائی فرما دی تو ہمیں آخرت کی قید سے بھی خلاصی کروا دیجیے اور اگلے لمحہ ہی وہ جامِ وحدت سے سرشار ہو گئے۔

پیغمبرِ اعظم ﷺ کا یہی انقلابی کردار تھا جس نے دنیا کو مسخر کر دیا۔ کہنے والے نے سچ کہا ہے، تلوار سر کاٹتی ہے کردار دل جیتتا ہے۔ تلوار کی پہنچ گلے تک اور کردار کی پہنچ دل کی گہرائی تک ہوتی ہے۔ جہاں تلوار ناکام ہوتی ہے وہاں کردار فتح کا جھنڈا گاڑتا ہے۔

☆☆.....☆☆.....☆☆

ایک دفعہ آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں گئے ایک اونٹ کھڑا چلا رہا تھا آپ ﷺ کو دیکھ کر وہ بلبلانے لگا اور اس کی دونوں آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ آپ ﷺ نے اس کے قریب جا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا اونٹ ہے؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا وہ بلوائے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم ان جانوروں پر جن کو خدا نے تمہارا محکوم بنایا ہے رحم کیا کرو۔ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو تکلیف دیتے ہو۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد)

☆☆.....☆☆.....☆☆

شراب گناہ کا مجموعہ ہے۔
مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے

**میکائل ہارٹ:** دنیا کے سب سے زیادہ ذی اثر شخصیات کی لسٹ میں محمد ﷺ کو سب سے پہلے رکھنا بعض لوگوں کو حیرت میں ڈال دے گا اور وہ معترض ہوں گے لیکن تاریخ میں واحد یہ شخصیت گرامی ہیں کہ مذہبی اور دنیاوی طور پر انتہائی کامیاب ہوئے۔

معمولی لوگوں میں پیدا ہو کر محمد ﷺ نے دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک کی بنیاد رکھی اور اسے رائج کیا اور انتہائی ذی اثر شخصیات میں سے نمایاں سیاسی لیڈر بنے۔ جس بنا پر آپ ﷺ حکمران بنے تو آپ ﷺ نے اپنے عزیزوں کو دوسروں پر ترجیح نہیں دی بلکہ آپ ﷺ تو دین الٰہی کی بالادستی چاہتے تھے۔

**ای۔ڈی۔منگھم:** محمد ﷺ اس لیے عظیم نہیں تھے کہ وہ امن کے علمبردار تھے بلکہ آپ ﷺ دنیا کے سب سے کامیاب ترین پیغمبر تھے۔ جتنے اذہان وقلوب آپ نے مسخر کیے کسی اور نے نہیں کیے۔

**لین پول:** آپ ﷺ میں یہ بے مثل صلاحیت تھی کہ آپ ﷺ دوسروں کو متاثر کر سکتے تھے۔ اس بے پناہ صلاحیت کا استعمال آپ ﷺ نے صرف خیر کی سربلندی کے لیے کیا۔

**ایل۔وی۔واگلیری:** تعصب اور لاعلمی کی وجہ سے اگر دنیا محمد ﷺ کو ایک مذہبی راہنما قبول کرنے سے کترائی ہے تو میں بھی پورے یقین سے دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ ﷺ کو ایک نہ ایک دن سب سے بڑے سماجی مصلح کی حیثیت سے دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

**اے۔جی۔لیونارڈ:** جسمانی اور اخلاقی پاکیزگی کے نقطہ نظر سے محمد ﷺ ہر نوع سے ایک جوہر تھے۔ آپ ﷺ جسمانی، ذہنی اور روحانی پاکیزگی کی تعلیم فرماتے تھے آپ ﷺ کی تعلیمات رہتی دنیا تک کے لیے مشعل راہ ہیں۔ جس سرعت سے اسلام کی فتح ہوئی وہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ محمد ﷺ اور ان کے خلفاء نہایت اعلیٰ درجہ کے انسان رہے ہوں گے مذہب کو کامیابی اس کے راہنماؤں کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔

**پروفیسر گسپ:** حضرت محمد ﷺ کے دین کا تمام نسل انسانی پر بڑا احسان ہے یہ حقیقت ہے حضرت محمد ﷺ بہت بڑے اور عظیم انسان تھے، ان کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو خدائی کا دعویٰ کر دیتا۔

**گبن یورپی مؤرخ:** محمد ﷺ کے پہلے چاروں خلیفوں کے ادوار یکساں صاف اور ضرب المثل تھے۔ عیسائی اس بات کو یاد رکھیں

کہ محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں میں ایسا دینی جذبہ پیدا کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروکاروں میں بھی یہ جذبہ تلاش کرنا بے سود ہے۔ اس کی بدولت نصف صدی سے کم عرصہ میں بھی اسلام بہت سی عالی شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آ گیا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا جا رہا تھا تو ان کے پیروکار انہیں بچانے کے بجائے بھاگ گئے اور اس کے برعکس محمد ﷺ کے پیروکار اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد پیش رہے اور ان کے بچاؤ کے لیے اپنی جانیں، کئی بار تک خطرہ میں ڈال کر انہیں دشمنوں پر غالب کر دیا۔

**ڈاکٹر گستاؤلی بان فرانسی:** جس وقت ہم فتوحات عرب پر نظر ڈالیں گے اور ان کی کامیابی کے اسباب کو ابھار کر دکھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اشاعت مذہب میں تلوار سے مطلق کام نہیں لیا گیا۔ کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذہب کی پابندی میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر اقوام نے دین اسلام کو قبول کیا تو اس وجہ سے کہ اپنے قدیم حاکموں کی نسبت ان مسلمانوں کے حاکم میں انصاف پایا گیا اور ان کے مذہب کو اپنے مذہب سے زیادہ سچا اور سادہ پایا۔

**جون ڈیون پورٹ:** یہ خیال کہ قرآنی مذہب تلوار کے ذریعے سے شائع ہوا تھا، بالکل غلط ہے کیونکہ ہر ایک منصف مزاج اور غیر متعصب یہ معلوم کر سکتا ہے کہ محمد ﷺ کے مذہب نے انسان کی قربانی اور خون ریزی کی جگہ نماز و زکوٰۃ قائم کی، ہمیشہ کے جھگڑوں کی جگہ باہمی اخلاق و محبت کی بنیاد ڈالی۔ حقیقت میں یہ مذہب اہل شرق کے لیے سراپا برکت تھا اور محمد ﷺ نے ہرگز اس قدر خون ریزی نہیں کی جس قدر موسیٰ علیہ السلام کو بت پرستی کی بیخ کنی کے لیے کرنی پڑی۔

**مہاتما گاندھی:** اسلام دین باطل نہیں ہندوؤں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ میری طرح اس کی تعظیم کرنا سیکھ جائیں، میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ بلکہ اس کی اشاعت کا ذمہ دار رسول عربی ﷺ کا ایمان، ایثار اور اوصاف حمیدہ تھے۔ ان اوصاف حمیدہ نے لوگوں کے دلوں میں محبت، اخلاق، بھائی چارہ کا عظیم جذبہ بیدار کر دیا۔ یورپی اقوام جنوبی افریقہ میں اسلام کی سرعت کے ساتھ پھیلتا دیکھ کر خوف زدہ ہیں۔

**آکسفورڈ عالم:** محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے لیکن اس کے سوانح نگاروں میں جگہ پانا ناقابل فخر چیز ہے۔

**مسٹری کونٹ ہنری:** عقل حیران ہے کہ قرآن حکیم جیسا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل امی تھا۔ تمام شرق نے اقرار کر لیا ہے کہ نوع انسانی لفظ و معنی ہر لحاظ

سے اس کی نذیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

**پادری وال ریلین بی ڈی:** مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے ایک امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔

**لین پول:** روئے زمین پر محمد ﷺ جیسا دور اندیش اور صاحب بصیرت انسان کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا۔

**جارج برنارڈ شا:** ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے جہالت و تعصب کی وجہ سے اسلام کی نہایت بھیانک تصویر پیش کی۔ انہوں نے محمد ﷺ اور دین اسلام کے خلاف منظم تحریک چلائی یہ سب راہب اور مصنف غلط کار تھے کیونکہ محمد ﷺ ایک عظیم ہستی اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ میری یہ خواہش ہے کہ اس صدی کے آخر تک برطانویوں کو محمد ﷺ کی تعلیمات مجموعی طور پر اپنا لینی چاہئیں انسانی زندگی کے حوالے سے محمد ﷺ کے افکار و نظریات سے احتراز ممکن نہیں۔

**نپولین:** محمد ﷺ کی تعلیمات سے پندرہ برس کے عرصہ میں عرب کے لوگوں نے بتوں اور جھوٹے دیوتاؤں کی پرستش سے توبہ کر لی مٹی کے بت اور دیوتا مٹی میں ملا دیئے۔ یہ حیرت انگیز کارنامہ محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کے سبب ہوا۔

**جی ایم ڈیکارٹ:** انسانی تاریخ میں کسی قوم کا نامہ اعمال اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اتنا سیاہ نہیں جتنا کہ یہودیوں کا ہے، مغربی مؤرخ اور عالم محمد ﷺ کی طرف سے یہودیوں پر مظالم کا پروپیگنڈہ کرتے نہیں تھکتے حالانکہ اس پروپیگنڈہ میں صداقت ہے نہ غیر جانبداری۔ یہودیوں نے اپنی فطرت کے مطابق سب سے پہلے محمد ﷺ کے خلاف افواہوں کا بازار گرم کیا اس کے بعد مہاجر اور انصار میں تفرقے اور عناد کا بیج بونے کی کوشش کی مگر دنیا کا کوئی پیغمبر محمد ﷺ کی طرح ایسے معاشرے اور سماج کی بنیاد نہ رکھ سکا جو مثالی ہو اور آنے والے وقت کے لیے مشعل راہ ہو۔

**واشنگٹن ارونگ:** محمد ﷺ عظیم سپہ سالار اور شجاع تھے اس کے باوجود آپ ﷺ کا مشن اپنے دین کو فروغ دینا تھا، جب آپ ﷺ حکمران بنے تو آپ ﷺ نے اپنے عزیزوں کو دوسروں پر ترجیح نہیں دی بلکہ آپ ﷺ تو دین الٰہی کی بالادستی چاہتے تھے۔

**ڈی۔ایس مارگولیوتھ:** جب محمد ﷺ کا انتقال ہوا تو ان کا مشن ادھورا نہیں تھا بلکہ اپنے روحانی اور سیاسی مشن کی تکمیل انہوں نے اپنی زندگی میں ہی کر لی تھی۔

**بی سمتھ:** کسی مذہبی راہنما اور مذہب کی حقیقت کا اندازہ اس کے نام لیواؤں اور پیروکاروں کے اعمال سے لگایا جا سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ 632ء میں خلیفہ ثانی عمر بن

---

موسموں میں سب سے کامل وہ ہے جو اخلاق میں سب سے کامل ہو

خطاب کے زمانے میں یروشلم فتح ہوا مسلمانوں کا اس پر قبضہ ہوا یروشلم میں کسی گرجا یا کان کو نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ سوائے میدان کارزار کے اور کہیں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا گیا۔

آرڈ بلیو سٹوبارٹ: محمد ﷺ کا جلوہ ہر جگہ دیکھا جا سکتا ہے خصوصاً دن میں پانچ بار، دہلی، حجاز، ایران، کابل، مصر، شام (الغرض پوری دنیا) میں جب دنیا کے ہر خطے میں مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھیں تو تسلیم کر لیں محمد ﷺ کا دین سچا ہے، زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

پنڈت ہری چند اختر:

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور بندوں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
کہہ دیا لاقحطوا اختر کسی نے کان میں
آدمیت کا عرض ساماں مہیا کر دیا
اور دل کو سر بسر محو تمنا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

ایم ایچ ہنڈ مین: محمد ﷺ نے خود کو عام بشر اور پیغمبر سے زیادہ حیثیت کبھی نہیں دی۔ جب وہ مشکلات میں گھرے ہوئے تھے، تب بھی لوگ ان کے گرویدہ تھے اور جب وہ ایک عظیم سلطنت کے مالک ہو گئے، تب بھی لوگ ان پر نثار تھے۔ یہ تھا ان کا بلند و بالا کردار۔ دشمن بھی اور دوست بھی سب آپ کی عظمت کو مانتے تھے۔

سر ولیم میور: بت پرستی اور تاریک وہموں کو ختم کرنے والے توحید اور اللہ کی رحمت کا تصور دینے والے ایمان کی بنا پر برادرانہ محبت، یتیموں کی پرورش، غلاموں سے احسان کرنے والے، جو کامیابی اسلام نے حاصل کی، وہ کسی اور مذہب کو نصیب نہیں ہوئی۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا: مذہبی شخصیات میں محمد ﷺ بلاشبہ کامیاب ترین شخصیت تھے۔

جان ولیم ڈریپر: نسل انسانی پر محمد ﷺ کی قد آور ہستی نے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

جونز لیسر مین: تاریخ عالم کے عظیم ترین لیڈر محمد ﷺ تھے اور کوئی نہیں۔

آڑوی سی ووڈلے: آپ ﷺ نے ایک جہاں کو بدل ڈالا، لیکن اپنا ثنائی طرز عمل وہی رکھا۔

ریورنڈ سمتھ: محمد ﷺ ایک قوم، ایک سلطنت اور ایک مذہب کے تاج دار تھے۔

ڈاکٹر مارکس ووڈز: محمد ﷺ نے مذہب کے ہر عقیدے کی اصلاح کر دی اور عربوں کو دنیا کی سب سے بڑی قوموں کے آگے کھڑا کر دیا۔

موہن داس گاندھی:: محمد ﷺ کے اقوال مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کے لیے علم و حکمت کا خزانہ ہیں۔

---

میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچا دوں

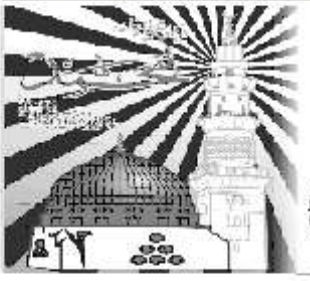

# علومِ نبوت اور علمِ غیب

کیپٹن (ر) جہانگیر احمد

رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ بھیجا، آپ ﷺ رسول اُمی ﷺ ہیں، عام طور پر اُمی کا مطلب ان پڑھ یا جس نے علم حاصل نہ کیا ہو لیا جاتا ہے، مگر ایسا عقیدہ رسول کریم ﷺ کی ذات پاک سے وابستہ رکھنا درست نہیں اس لیے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو علم کامل سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو بے کراں علم سے نوازا اور سلسلۂ انبیاء کے تاجداران اللہ کے دین کی تبلیغ و سربلندی کا کام کرتے رہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ (البقرہ آیت ۳۱)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے ترسیلِ علم ہونے کی وجہ سے اُمی کا مطلب ان پڑھ ہونا درست نہیں بلکہ یوں کہیے کہ رسول کریم ﷺ حصولِ علم کے لیے کسی بشر کے مرہونِ منت نہ ہوئے اور کسی دنیوی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہ کیا بلکہ آپ ﷺ کا تمام علم من اللہ تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ (سورہ علق، آیت نمبر ۱) ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے (مخلوق کو) پیدا کیا۔ رسول اللہ ﷺ تو علم بانٹ رہے تھے۔

قرآن میں فرمایا گیا:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ الخ

(سورہ آل عمران۔ آیت نمبر ۱۶۴)

ایک اور موقع پر فرمایا گیا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى..... الخ

ترجمہ: اور وہ خواہش نفسی سے کچھ نہیں بولتا مگر وہ جو اس پر وحی کیا جاتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کا علم غیب منصوص من اللہ تھا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ..... الخ

(سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۷۹)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ایسے امورِ غیب پر تم کو مطلع نہیں کرتے لیکن ہاں جس کو خود چاہیں اپنے رسولوں میں سے (اپنی مرضی سے) جسے چاہیں۔

ایک اور مقام پر قرآن کریم میں فرمایا گیا:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ٥

(سورہ تکویر، آیت نمبر ۲۴)

ترجمہ: اور (یہ پیغمبر) مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں۔

آیت مذکورہ سے اس امر کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ علوم خفی رسول ﷺ کے پاس تھا اور اللہ نے کہا کہ رسول ﷺ اس علم غیب کے اخفا کو جامع طور پر جانتے تھے۔

قرآن کریم میں ہے:

تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا.....الخ

ترجمہ: یہ اخبار غیب ہیں جن کو ہم وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو پہنچاتے ہیں اس کو اس سے قبل نہ آپ ﷺ جانتے تھے نہ آپ ﷺ کی قوم۔

اخبار غیب کے اخفا اور ابلاغ کی ان گنت مثالیں کتب، سیر و کتب حدیث میں منقول ہیں۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک داعی اسلام بے جگری سے لڑ رہا تھا، رسول ﷺ نے فرمایا یہ جہنمی ہے، اس شخص کو کاری ضرب لگی تو اس نے خودکشی کر لی۔ فرمایا بلالؓ، اعلان کرو، جنت میں صرف مومن ہی جائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید بدین شخص سے بھی کراتا ہے۔ (صحیح بخاری، جلد سوم، حدیث نمبر ۱۵۱، ص ۶۰۴)

ام حرامؓ زوجہ عبادہ بن صامتؓ کو رسول ﷺ نے پہلی بحری فوج میں شامل ہونے کی بشارت دی۔ وہ معاویہؓ کے دور میں بحری سفر مکمل کرنے کے بعد سواری کے جانور سے گر کر شہید ہوئیں۔ (صحیح بخاری۔ جلد دوئم حدیث نمبر ۴۷، صفحہ نمبر ۶۶ و حدیث نمبر ۵۳ صفحہ نمبر ۷۱)

واقعہ بیر معونہ تاریخ اسلام کا ایک دردناک واقعہ ہے، حرام بن ملحانؓ قبیلہ بنو سُلیم کے پاس پہنچے انہوں نے پناہ دی مگر بعد میں نیزہ مار کر شہید کر دیا اور دیگر ۷۰ صحابہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ جبرائیل نے رسول ﷺ کو صحابہؓ کی شہادت کی خبر دی اور بخشش کی بشارت دی، اس واقعہ کے ۴۰ روز بعد تک مشرکین کے لیے بد دعائیں کی گئیں۔

جنگ موتہ کے دن رسول ﷺ نے خطبہ کے دوران حضرت زیدؓ، جعفرؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر اشک بار آنکھوں سے دی۔ (بخاری ج دوئم حدیث نمبر ۵۲، ص ۶۹)

ام ربیع بنت براء (والدہ حارثہ بن سراقہؓ) حضرت حارثہؓ کی شہادت کے بعد رسول ﷺ کے پاس آئیں اور حارثہؓ کے انجام کے بارے پوچھا۔ فرمایا: انہیں جنت الفردوس میں جگہ ملی ہے۔ (بخاری ج دوئم حدیث نمبر ۵۹، صفحہ ۷۶)۔

معجزات نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کی مظہر ہیں۔ اللہ کے اذن سے کن فیکون کے مرحلے سے کائنات کی تخلیق ہوئی اور اسی حکم سے کائنات کا نظام رواں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے دستِ اقدس سے اور ان کی زبانِ اقدس سے بے شمار معجزات اور اخبار غیب کا ظہور کیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا عمارؓ بن یاسر کو باغی جماعت قتل کرے گی، یہ تو انہیں جنت کی طرف بلا رہا ہوگا، لیکن وہ اسے جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ (حدیث نمبر ۶۲، صفحہ ۷۷، بخاری جلد دوئم)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: آج سے ۱۰۰ سال بعد تمام انسان جو یہاں موجود ہیں (یعنی صحابہؓ) مر چکے ہوں گے، سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی رسول ﷺ حضرت ابوالطفیل عمار بن واثلہؓ تھے جو ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔

(بخاری، جلد اوّل، حدیث نمبر ۳۹۰ صفحہ نمبر ۳۰۲)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہیں رسول ﷺ نے مقداد بن اسودؓ کے ساتھ ایک مہم پر روانہ کیا، آپ ﷺ نے بتایا کہ راستہ میں ایک عورت روضۂ خاخ کے مقام پر ملے گی اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ لے لینا، وہ عورت عین اسی مقام پر مل گئی مگر خط سے انکاری ہوئی۔ تلاشی کی دھمکی دینے پر اس نے وہ خط جسے اپنے بالوں میں چھپا رکھا تھا، نکال کے دے دیا، علیؓ جب مدینہ واپس ہوئے تو یہ خط پڑھ کر رسول ﷺ کو سنایا گیا، یہ خط حاطب بن ابی بلتعہؓ نے مشرکین کو کچھ راز دینے کے لیے لکھا تھا، عمرؓ نے ان کے قتل کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ بدری ہیں اور ان کے گناہ پہلے سے معاف شدہ ہیں۔

ایک خاتون نے نبی ﷺ کو چادر ہبہ کی۔ آپ ﷺ اسے پہن کے نکلے تو ایک صاحب نے کہا بڑی اچھی چادر ہے، مجھے دے دیجیے، آپ ﷺ نے دے دی۔ لوگوں نے کہا تم نے چادر مانگ کے اچھا نہیں کیا۔ فرمایا مجھے کفن چاہیے تھا، وہی چادر ان کا کفن بنی۔ (بخاری جلد اوّل حدیث نمبر ۸۱۱۔ صفحہ ۵۶۷)

ایک موقع پر پانی کی قلت درپیش تھی، ایک برتن میں وضو کے لیے پانی لایا گیا، آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ ڈالا فرمایا آؤ اس سے وضو کرو، اس میں خدا کی طرف سے برکت ہے۔ آپ ﷺ کی انگلیوں کے بیچ میں سے پانی پھوٹ رہا تھا۔ ۱۴۰۰ صحابہؓ نے وضو کیا۔ (بخاری جلد سوئم۔ حدیث نمبر ۵۹۸ صفحہ ۲۷۴)

رسول ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں نہ طاعون داخل ہو سکے گا نہ دجال (بخاری ج سوئم حدیث ۶۸۱ صفحہ ۳۰۶)۔

آپ ﷺ نے فرمایا بہت سے لوگ

پیغام سننے والوں سے زیادہ پیغام کو محفوظ رکھنے والے ثابت ہوں گے۔ (صحیح بخاری، جلد اوّل، حدیث نمبر ۱۶۲۱ ص ۷۶۸)

رسول ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں (قیامت کے دن) اپنے حوضِ کوثر سے کچھ لوگوں کو اس طرح دور کر دوں گا جس طرح اجنبی اونٹ حوض سے دور بھگائے جاتے ہیں۔ (بخاری جلد اوّل حدیث نمبر ۲۱۹۹ صفحہ نمبر ۱۰۱۷)

رسول ﷺ نے عبداللہ بن ہشامؓ جو ابھی بچے تھے اور ان کی والدہ انہیں رسول ﷺ کے پاس لائیں تھیں عہد کے لیے اور آپ نے فرمایا تھا کہ یہ تو ابھی بچے ہیں، آپ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی۔ ابن زبیرؓ اور ابن عمرؓ انہیں کہتے کہ ہمیں بھی تجارت میں شامل کر لو کیونکہ آپ کے لیے نبی ﷺ نے دعا کی تھی۔ اس طرح وہ بھی ان کے ساتھ تجارت میں برکت پاتے۔ (بخاری ج اول ص ۲۳۲۵، ۱۰۸۰)

ایک مرتبہ ریشم کا ایک قیمتی جبہ ہدیہ میں رسول ﷺ کے پاس آیا، صحابہؓ کو حیرت تھی، آپ ﷺ نے فرمایا سعد بن معاذؓ کو جنت میں جو رومال ملیں گے وہ اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے۔ (بخاری ج اوّل حدیث نمبر ۴۲۲۸ ص ۱۲۹)

قارئین کرام! علم غیب اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے مخصوص ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی منشا کے مطابق انبیاء کو غیب کی خبر دیتا ہے یہ امر قابل غور ہے کہ جملہ مخلوق اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں شامل ہے کسی مخلوق کی صفات قطعاً مطلق نہ ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئیں ہیں۔ ایسے میں یہ خیال کرنا کہ انبیاء کے پاس اللہ تعالیٰ کی ودیعت اور تفویض کے برخلاف کوئی طاقت اور علم ہوتا ہے درست نہیں بلکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے متوازی ایک طاقت اور ہستی کے تصور کو اجاگر کرتا ہے اور شرک کے ضمن میں چلا جاتا ہے۔ دوسری جانب اگر یہ غور کیا جائے کہ وحی کا مرکزی نقطہ کیا ہے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جو بات بندوں پہ عیاں نہیں وہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء پہ عیاں کرتا ہے۔ لہٰذا علم اللہ کی ہی صفت ہے اور انبیاء پر تفویض ہے۔

ایک دن آپ ﷺ مقام زوراء میں تھے عصر کا وقت آگیا تو صحابہؓ نے پانی کی جستجو کی لیکن صرف آنحضرت ﷺ کے لیے پانی ملا جب آپ ﷺ کی خدمت میں پانی کا برتن پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ ڈال دیا اور انگلیوں سے پانی کا فوارہ چھوٹنے لگا یہاں تک کہ تقریباً ۳۰۰ آدمیوں نے اس سے وضو کیا۔ (صحیح بخاری)

ڈاکٹر محمد اظہر

# آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

ازواج مطہرات حضور ﷺ کی بیویوں کو کہا جاتا ہے، انہی کو امہات المؤمنین (مومنوں کی مائیں) بھی کہا جاتا ہے، حضور ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں جو کہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ امت کے لیے ایک مرد کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔

آیئے آپ کو حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کا مختصر تعارف کراتے ہیں۔

(۱) حضرت خدیجہؓ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی ہیں۔ نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 25 سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر 40 سال تھی۔ نکاح کا مہر 20 اونٹ مقرر ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے کے بعد دسویں سال ہوا۔

(۲) حضرت سودہؓ: ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح نبوت کے دسویں سال ہوا اس وقت حضرت سودہؓ کی عمر 50 سال تھی۔ نکاح کا مہر 400 درہم مقرر ہوا۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔

(۳) حضرت عائشہؓ: حضرت عائشہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مکہ مکرمہ میں ہجرت سے دو سال قبل ہوا اور رخصتی تین سال بعد ہوئی۔ نکاح کا مہر 400 درہم تھا۔ آپؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کا انتقال 57 ہجری کو ہوا۔ آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

(۴) حضرت حفصہؓ: حضرت حفصہؓ حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی تھیں، نکاح 3 ہجری میں ہوا اور انتقال 45 ہجری کو ہوا۔ آٹھ سال کا عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گزارا۔

(۵) حضرت زینب بنت خزیمہؓ: حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح ہجرت کے چوتھے سال ہوا، نکاح کا مہر 500 درہم تھا صرف تین ماہ آپ ﷺ کی معیت میں گزارے پھر انتقال کر گئیں۔

(۶) حضرت ام سلمہؓ: ام سلمہؓ کا اصل نام ہندہ تھا 4 ہجری کو آپؐ سے نکاح ہوا۔ چھ سال سے زائد عرصہ آپ ﷺ کی معیت میں گزارا۔ آپؓ کا انتقال 82 سال کی عمر میں ہوا۔ ایک روایت

میں ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں آپؓ کا انتقال ہوا۔

(۷) حضرت زینب بنت جحشؓ: حضرت زینب بنت جحشؓ سے آپ ﷺ کا نکاح 5ہجری کو ہوا اور مہر 400درہم مقرر ہوا۔ نکاح کے وقت حضرت زینبؓ کی عمر 35سال تھی۔ 50سال کی عمر میں سن 20ہجری کو انتقال کر گئیں۔

(۸) حضرت جویریہ بنت حارثؓ: حضرت جویریہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح 5ہجری میں ہوا۔ مہر 400درہم تھا۔ ان کا انتقال 56ہجری میں ہوا۔ صرف چھے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔

(۹) حضرت ام حبیبہؓ: آپؓ کا اصل نام رملہ تھا۔ آپؓ ابوسفیانؓ کی بیٹی تھیں۔ مہر 400دینار تھا۔ نکاح کے وقت عمر 37سال تھی اور 74سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(۱۰) حضرت صفیہؓ: حضرت صفیہؓ جنگ خیبر میں قید ہو کر آئی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے نکاح فرمایا۔ نکاح سن 7ہجری کو ہوا 50ہجری کو انتقال ہوا۔ آپؓ کی عمر 69سال ہوئی۔

(۱۱) حضرت میمونہؓ: ان سے آپ ﷺ کا نکاح ذی قعدہ 7ہجری کو ہوا اور مہر 500درہم مقرر ہوا۔

☆☆---☆☆---☆☆

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ مجھ پر اسلام میں تین مصیبتیں سب سے سخت پڑی ہیں۔ پہلی آنحضرت ﷺ کی وفات۔ دوسری حضرت عثمانؓ کی شہادت تیسری ہر سال نوشادان کا جاتے رہنا۔ لوگوں نے پوچھا کیوں کیسا نوشادان؟ انہوں نے کہا آپ ﷺ ایک غزوہ میں تھے رسد ختم ہو گئی تھی آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ابوہریرہؓ کچھ تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کی کہ کچھ کھجوریں ہیں ارشاد ہوا وہ لے آؤ، میں لایا تو آپ ﷺ نے ان کو دسترخوان پر پھیلا دیا، ۲۱ کھجوریں تھیں، آپ ﷺ ایک ایک کھجور لے کر پھر اس پر خدا کا نام پڑھ کر رکھتے جاتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے سب کو بلا دیا اور حکم دیا کہ دس دس آدمی آ کر شریک ہوں، چنانچہ اس طرح لوگ آتے گئے اور پوری فوج سیر ہو گئی اور کچھ کھجوریں بچ گئیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس پر میرے لیے برکت کی دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے دعا کی میں نے انہیں اپنے نوشادان میں ڈال دیا۔ ان میں برکت یہ تھی کہ جب میں ہاتھ ڈالتا تھا ان میں سے کھجوریں نکل آتی تھیں۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگامے میں نوشادان بھی ضائع ہو گیا۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

# آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت تاجر

ڈاکٹر ناصر

نبی اکرم ﷺ کی ہمہ گیر شخصیت کے جس پہلو کا تذکرہ ہم اب کر رہے ہیں وہ اس لیے بہت اہم ہے کہ اس کا تعلق ہماری مادی جدوجہد سے ہے۔ انسان کی جسمانی ضروریات کا پیہم تقاضا ہوتا ہے کہ ان کی تسکین کے لیے تگ ودو کی جائے اور انسان ہوش سنبھالتے ہی جسم وجان کے رشتے کو برقرار رکھنے کے لیے مصروفِ عمل ہو جاتا ہے۔ انسان کی غیر ترقی یافتہ زندگی سے لے کر متمدن دور کی رنگینیوں تک بنیادی ضروریات کی تسکین ایک اہم انسانی مسئلہ رہا ہے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ انسان کا اولین مسئلہ ہے۔ شہریت، شرافت، شائستگی، روحانیت سب کا تعلق انسان کی زندگی سے ہے اور زندگی کا دارومدار اس کی خوراک ولباس اور رہن سہن پر ہے۔ انسان نے اس اوّلین مسئلے کو حل کرنے کے لیے زراعت، تجارت، مزدوری اور پھر ملازمت وغیرہ کے طریقے اختیار کیے۔ ہمارے رسول ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ زندگی سے پہلے عملی جدوجہد میں جس پیشے کو اختیار کیا وہ تجارت تھی۔ مکہ تجارت کی منڈی تھی اور یہاں سے سامان سب علاقوں میں جاتا تھا۔ قریش کے کاروانِ تجارت گرمیوں اور سردیوں میں سرگرمِ سفر ہوتے تھے۔ قرآن پاک نے اہل مکہ کی اس کیفیت کا ذکر کیا ہے:

(لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ)

"قریش کے مانوس کرنے کے سبب (یعنی) ان کو سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب (لوگوں کو) چاہیے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا"۔

تجارت انسانی معاشرت کے ابتدائی مراحل میں بھی نظر آتی ہے۔ خواہ اس کی حیثیت صرف تبادلہ کی ہو۔ حضور ﷺ کے عہد تک تو تجارت مختلف مراحل طے کر کے انسانی معاشرت میں اہم مقام حاصل کر چکی تھی۔

---

بے شک رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ موجود ہے

آپ ﷺ کی تجارت کے بطور پیشہ دو سبب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مکہ کے شرفا کا یہی پیشہ تھا اور آپ ﷺ کے خاندان و قبیلہ کے لوگ اسی پیشہ سے وابستہ تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کا اسی طرف رُجحان ہوا۔ دوسرے یہ کہ آپ ﷺ کے طبعی اور ذاتی میلانات نے آپ ﷺ کو ادھر متوجہ کیا۔ اگرچہ تاجر کے طور پر آپ ﷺ نے بہت زیادہ وقت نہیں گزارا، تاہم قبل از نبوت کی زندگی میں آپ ﷺ کی تاجرانہ مشغولیتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ آپ ﷺ کی اس حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے دو پہلو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ بطور تاجر آپ ﷺ کی مصروفیتوں کا ذکر کیا جائے اور دوسرے وہ اصلاحات جو اس میدان میں آپ ﷺ نے کی ہیں، بیان کی جائیں۔

آپ ﷺ کے خاندان کے لوگ اسی پیشے میں تھے۔ دراصل عرب اور خصوصاً قریش (بنو اسماعیل) ظہورِ اسلام سے برس ہا برس پیشتر تجارت پیشہ تھے۔ آنحضرت ﷺ کے جد اعلیٰ ہاشم نے قبائل عرب سے معاہدے کر کے اس خاندانی اکتساب کو اور زیادہ مستحکم اور باقاعدہ کر دیا تھا۔ حضور ﷺ کے چچا ابو طالب بھی تاجر تھے اور آپ ﷺ نے بچپن میں ان کے ساتھ بعض تجارتی سفر کیے تھے۔ اس لیے جب آپ ﷺ کو قبل از نبوت فکر معاش ہوئی تو آپ ﷺ نے یہی شغل اختیار فرمایا۔

آپ ﷺ نے متعدد تجارتی سفر بھی اختیار کیے۔ جن میں شام، بصرہ اور یمن کے سفر مشہور ہیں۔ عرب میں مختلف مقامات پر جو بازار قائم تھے، ان میں بھاشہ کا ذکر ابن سید الناس نے کیا ہے۔ اسی طرح جرش جو یمن میں ہے، کے سفر کا بھی پتا چلتا ہے۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے اور علامہ ذہبیؒ نے بھی تصدیق کی ہے کہ جرش میں آپ ﷺ دو دفعہ تشریف لے گئے اور ہر دفعہ حضرت خدیجہؓ نے معاوضہ میں اونٹ دیا۔ عرب میں رواج تھا کہ شراکت پر تجارتی کاروبار ہوتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی شہرت کے پیش نظر خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو باہر کے اسفار کے لیے تیار کیا۔ حدیث و سیرت کی کتابوں میں ان سفروں کی تفصیلات موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے بطور تاجر اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک کام کیا، شراکت بھی کی اور مختلف لوگوں سے کاروباری معاملات بھی ہوئے۔ آپ ﷺ نے بہترین انسانی کردار کا مظاہرہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کے شرکائے تجارت کی شہادتوں سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کس دیانتداری اور راست بازی سے اس کام کو انجام دیتے تھے۔

**ایفائے عہد:** بقول علامہ شبلیؒ "تاجر کے محاسن اخلاق میں سب سے زیادہ نادر مثال ایفائے عہد اور اتمام وعدہ کی ہو سکتی ہے لیکن منصب نبوت سے پہلے مکہ کا تاجر امین اس

اخلاقی نظیر کا بہترین نمونہ تھا۔"

حدیث کی کتابوں میں مذکور مثالوں سے آپ ﷺ کی ان صفات کا پتہ چلتا ہے:

(عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ الْحَمْسَاءِ قَالَ: بَایَعْتُ النَّبِیَّ ﷺ قَبْلَ اَنْ یُّبْعَثَ وَ بَقِیَتْ لَهٗ بَقِیَّهٗ فَوَعَدْتُّهٗ اَنْ اٰتِیَهٗ بِهَا فِیْ مَکَانِهٖ فَنَسِیْتُ فَذَکَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَاِذَا هُوَ فِیْ مَکَانِهٖ فَقَالَ: لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ اَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ اَنْتَظِرُکَ)

"حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرت ﷺ سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کیا تھا۔ کچھ معاملہ ہو چکا تھا، کچھ باقی تھا، میں نے وعدہ کیا کہ پھر آؤں گا۔ اتفاق سے تین دن تک مجھ کو اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پہنچا تو آنحضرت ﷺ کو اسی جگہ منتظر پایا۔ لیکن اس خلاف وعدہ سے آپ ﷺ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ صرف اس قدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی، میں اسی مقام پر تین دن سے موجود ہوں۔"

کاروبار تجارت میں ہمیشہ اپنا معاملہ صاف رکھتے تھے، نبوت سے پہلے جن لوگوں سے تجارت میں آپ ﷺ کا سابقہ تھا وہ بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ سائب نامی ایک صحابی جب مسلمان ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے ان کی تعریف کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(اَنَا اَعْلَمُکُمْ یَعْنِی بِهٖ قُلْتُ صَدَقْتَ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ کُنْتَ شَرِیْکِیْ فَنِعْمَ الشَّرِیْکُ کُنْتَ لَاتُدَارِیْ وَلَاتُمَارِیْ)

"میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ سائب نے کہا آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ ﷺ میرے شریک تجارت تھے، کتنے اچھے شریک تھے، نہ کھینچا تانی کرتے اور نہ جھگڑا کرتے"۔

قیس بن سائب مخزومیؓ ایک صحابی بھی آپ ﷺ کے شریک تجارت تھے۔ وہ بھی انہی الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کے حسن معاملہ کی شہادت دیتے ہیں۔

## تجارت اور دیگر معاملات میں آپ ﷺ کی دیانت اور امانت ایک مسلمہ امر تھی:

چنانچہ حجر اسود کے مسئلہ پر حضور اکرم ﷺ کو دیکھتے ہی جو آواز اٹھی وہ الصادق والامین کی تھی۔ حسن معاملہ، صداقت و امانت، ایفائے عہد کے متعلق کچھ مزید باتیں ملاحظہ فرمایئے امام بخاریؒ نے کتاب الادب میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے: "حسنُ الْعَهْدِ مِنَ الایْمَان" حافظ ابن حجرؒ نے بیہقی کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ ایک بڑھیا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا تم کیسی رہی؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تمہارا

کیا حال رہا؟ اس نے کہا اچھا حال رہا۔ جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہؓ نے کہا آپ ﷺ نے اس بڑھیا کی طرف اس قدر توجہ فرمائی؟ فرمایا عائشہ! یہ خدیجہؓ کے زمانے میں ہمارے ہاں آیا کرتی تھی اپنے ملنے جلنے والوں سے حسب توقع یکساں سلوک رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے ہر خطبہ میں فرمایا کرتے تھے۔

(لادِیْنَ لِمَنْ لاعَھْدَلَہ)

''جس میں عہد نہیں اس میں ایمان نہیں''

آپ ﷺ کی اس خصوصیت کا دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ قیصر نے اپنے دربار میں ابوسفیان سے جو سوالات کیے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ کبھی محمد (ﷺ) نے بدعہدی کی ہے؟ ابوسفیان کو مجبوراً یہ جواب دینا پڑا کہ نہیں، وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا، اسلام کے ڈر سے شہر بہ شہر پھرا کرتا تھا، کہیں اس سے انتقام نہ لیا جائے۔ خود دشمنوں نے ان کو یقین دلایا کہ تم بے خوف وخطر جاؤ محمد ﷺ سفراء کو قتل نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ اس اعتماد پر دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔

ابورافعؓ ایک غلام تھے، حالت کفر میں قریش کی طرف سے سفیر بن کر مدینہ منورہ آئے۔ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو اسلام کی صداقت کا یقین ہوگیا۔ عرض کیا اب میں کافروں میں نہیں جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روک سکتا ہوں۔ تم واپس جاؤ، اگر دل کی یہی کیفیت رہے تو واپس آجانا، چنانچہ وہ بحالتِ اسلام واپس آئے۔

**صداقت:** ابوجہل کہا کرتا تھا محمد (ﷺ) میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا، البتہ جو کہتے ہو اسے صحیح نہیں سمجھتا۔ قرآن مجید کی یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی۔ (قَدْنَعْلَمُ اِنَّہٗ لَیَحْزُنُکَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّھُمْ لَایُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ) ''ہم جانتے ہیں کہ اے پیغمبر اسلام! ان کافروں کی باتیں تم کو غمگین کرتی ہیں کیونکہ یہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں''۔

جب آپ ﷺ نے پہلی دعوت دی تو آپ ﷺ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر پکارا (یَامَعْشَرَ قُرَیْش!) جب سب لوگ جمع ہو گئے تو فرمایا کہ میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر آرہا ہے تو تم کو یقین آئے گا؟ سب نے کہا ہاں! کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ اسی طرح قیصر روم کے سامنے ابوسفیان نے اعتراف کیا تھا کہ نبی (ﷺ) نے کبھی کذب کا ارتکاب نہیں کیا۔ حسن معاملہ کی دو مثالیں پہلے گزر چکی ہیں۔ مدنی زندگی کے کئی واقعات ہیں جن سے آپ ﷺ کے حسن معاملہ پر روشنی پڑتی ہے۔

مثلاً ایک دفعہ مدینہ منورہ کے باہر ایک مختصر سا قافلہ آکر فروکش ہوا تھا۔ ایک سرخ رنگ کا اونٹ اس کے ساتھ تھا۔ اتفاقاً آپ ﷺ ادھر سے گزرے تو آپ ﷺ نے اونٹ کی قیمت پوچھی، لوگوں نے قیمت بتائی۔ آنحضرت ﷺ نے وہی قیمت منظور کرلی اور اونٹ کی مہار پکڑ کے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعد میں لوگوں کو خیال آیا کہ بغیر جان پہچان کے ہم نے جانور کیوں حوالے کر دیا۔ سب پشیمان تھے۔ قافلے کے ساتھ ایک خاتون بھی تھی۔ اُس نے کہا مطمئن رہو، ہم نے کسی شخص کا چہرہ ایسا روشن نہیں دیکھا یعنی ایسا شخص دغا نہیں کرے گا۔ رات ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کے لیے کھانا اور قیمت بھر کھجوریں بھجوادیں۔

قرض، انسانی اور کاروباری زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے۔ کم ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں اس سے واسطہ نہ پڑا ہو۔ بلاشبہ یہ ایک مصیبت ہے اور حضور ﷺ نے اس سے پناہ مانگی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: (ان الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ) "آدمی جب مقروض ہوتا ہے، بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے"۔

قرض کی صورت میں حُسنِ معاملہ اور حسن ادا ایک اخلاقی قدر ہے۔ نبی ﷺ کے بے شمار واقعات ہیں جن میں ہم صرف دو کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے کسی سے اونٹ قرض لیا، جب واپس کیا تو اس سے بہتر اونٹ واپس کیا اور فرمایا سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض کو خوش معاملگی سے ادا کرتے ہیں۔

ایک دفعہ کسی شخص سے ایک پیالہ مستعار لیا۔ سوءِ اتفاق سے وہ گم ہوگیا تو اس کا تاوان ادا فرمایا۔ تجارت حصولِ دولت کا بہترین ذریعہ ہے، دولت وتمول سے بخل اور زر پرستی کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔ لیکن یہ حیران کن بات ہے کہ نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی آپ ﷺ کے ہاں جب زر کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔ عموماً فرمایا کرتے تھے۔ میں تین دن سے زیادہ اپنے پاس ایک دینار بھی رکھنا پسند نہیں کرتا، بجز اس دینار کے جس کو قرض ادا کرنے کے انتظار میں اپنے پاس رکھ چھوڑتا ہوں۔ مکے میں آپ ﷺ کے پاس جو دولت ہوتی وہ غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور بے کسوں پر خرچ ہوتی۔ ابو طالب نے آپ ﷺ کے اسی کردار کا ذکر کیا ہے۔

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتٰمٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَوَامِلِ

دولت اگر انسانی فلاح کے لیے خرچ کی جائے تو یہ نعمت ہے، لیکن اگر ذخیرہ اندوزی کی جائے تو اس سے بڑی لعنت کوئی نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا حلف میں شریک ہونا اسی سبب سے تھا کہ انسانی بہتری کے لیے کچھ کرسکیں۔

---

خدا کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو نیکو کار ہے

**اصلاحات:** نبوت سے پہلے آپ ﷺ نے ایک تاجر کی حیثیت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا تھا اور بہت جلد اس میں بلند مقام حاصل کر لیا تھا۔ مشیت ایزدی نے آپ ﷺ سے اور کام لینا تھا اس لیے آپ ﷺ کو پیغمبرانہ فرائض انجام دینے کے لیے منتخب کیا گیا۔ یہ ایک ہمہ وقتی کام تھا۔ اس کے ساتھ کاروباری معاملات نہیں چل سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے تجارت بطور پیشہ ترک کر دی اور اسلامی تحریک کے لیے ہمہ وقت کارکن کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ تقریباً تیرہ چودہ برس کی جدوجہد کے بعد آپ ﷺ ایک شرعی ریاست بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ایک سنگ بنیاد تھا اور پھر وہ مرحلہ آیا جب سارا جزیرہ عرب آپ ﷺ کے قدموں کے نیچے تھا اور آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ اعلان فرما رہے تھے کہ جاہلیت میرے قدموں کے نیچے ہے۔ اسلامی معاشرے میں اب ہر طرح کا کاروبار ہونے لگا تھا۔ مسلمان تاجروں نے تجارت کا کام سنبھالا، زراعت کا شعبہ بھی تھا، تعلیم و تعلم اور فوجی، عدالتی اور انتظامی نوعیت کے سب کام تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے زندگی کے ان تمام شعبوں کے بارے میں ہدایات دیں۔ تجارت کی طرف آپ ﷺ نے خصوصی توجہ فرمائی کیونکہ اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن و سنت نے بار بار تجارت کی ترغیب دی اور اس کے فضائل بیان کیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ)

"جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کو تلاش کرو"

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ) "اے ایمان والو خرچ کرو ان چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں"

(عن ابی سعید قال: قال رسول اللہ ﷺ: التاجرُ الصَّدُوقُ الاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ)

"ابو سعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچا اور امین تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔"

(عن المقدام بن معدیکرب قال: قالَ رسولُ اللّٰہ ﷺ: مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَاماً قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ) "حضرت مقدام بن معدیکرب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص نے کبھی ایسا کھانا نہیں کھایا جو اس کھانے سے بہتر ہو جو ہاتھ کی محنت سے حاصل ہو اور اللہ کے نبی داؤدؑ ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے"۔

(عن عبید بن رفاعۃ قال: التجارُ يُحشرونَ يومَ القيامةِ فُجّاراً

اِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ)

''عبید بن رفاعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تاجر فاسق اٹھیں گے۔ اِلا یہ کہ انہوں نے تقویٰ، بھلائی اور سچائی سے کاروبار کیا ہو''۔

ان نصوص سے تجارت کی اہمیت کا پتا چلتا ہے، لیکن عرب معاشرے میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم غلط طرزِ عمل نے تجارت میں راہ پائی تھی اور بعض مفاسد کی وجہ سے تجارت استحصال کا ایک ذریعہ بن گئی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے تجارت کے ضمن میں ایسے اصول و ضوابط دیئے اور اس طرح کی اصلاحات تجویز فرمائیں کہ تجارت معاشرے کے لیے نفع بخش و فیض رساں بن جائے۔ آپ ﷺ کی چند اصلاحات کا ذکر کرتے ہیں مثلاً:

دھوکا و خیانت نہ ہو: آپ ﷺ کے واضح ارشادات ہیں کہ تجارت میں دھوکا، خیانت و ضرر و نقصان کا دخل نہیں ہونا چاہیے۔

(قَالَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ: اَفْضَلُ الْکَسْبِ بَیْعٌ مَبْرُوْرٌ وَعَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہٖ) ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین کاروبار عمدہ تجارت اور اپنے ہاتھ کا کام ہے''۔

(قال رسول اللّٰہ ﷺ: لاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ) ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ نقصان اٹھانا اور نہ نقصان پہنچانا''۔

فقہاء نے بیع مبرور کو ایک ایسا معاملہ کہا ہے جس میں جانبین ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و بھلائی کا طریقہ اختیار کریں اور اس میں دھوکا، خیانت اور اللہ کی معصیت نہ ہو۔

بیع فاسد: تجارت کے کچھ ایسے طریقے بھی ہیں جو اسے غیر اسلامی اور غیر انسانی بنا دیتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اسے بیع فاسد کا نام دیا گیا ہے۔ تجارت میں جھوٹ، ناپ تول کی کمی بیشی، دھوکا و فریب، سود، بددیانتی، ذخیرہ اندوزی، نفع خوری وغیرہ کے تمام عناصر کو ناپاک قرار دیا اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی تجارت کو ان اُمور سے پاک رکھیں۔ حضور ﷺ کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ تجارت کی راستی اور پاکیزگی کی طرف آپ ﷺ خصوصی توجہ فرماتے۔ باوجود یہ کہ آپ ﷺ کے نزدیک بازار اچھی جگہ نہ تھی۔ لیکن آپ ﷺ تشریف لے جاتے اور غلے اور دیگر مال کا معائنہ فرماتے تاکہ مسلمانوں کی مارکیٹ میں دھوکا بازی اور بددیانتی نہ ہو۔

آپ ﷺ نے جھوٹی قسموں سے منع فرمایا:

(عن ابی قتادۃ قال رسولُ اللّٰہِ ﷺ: اِیَّاکُمْ وَکَثْرَۃَ الْحَلِفِ فی البَیْعِ فَاِنَّہٗ یُنَفِّقُ ثُمَّ یَمْحَقُ)

''ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں خرید و فروخت میں زیادہ قسموں سے بچنا چاہیے کیونکہ ایسا شخص ایک طرف خرچ کرتا ہے تو دوسری طرف مٹا دیتا ہے۔''

---

شکر گزاری میں جو لطف مضمر رکھا گیا ہے اس کا شکر گزار کو علم نہیں

(عن ابی ھریرۃ قال سمعتُ رسول اللہ ﷺ یقول: الحلف منفقۃٌ للسلعۃ ممحقۃٌ للبرکۃ)

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قسم مال کو چلانے والی اور برکت کو زائل کرنے والی ہے"۔

(عن ابی ذرٍ عن النبیِّ ﷺ قال: ثلاثۃٌ لایکلمھم اللہ یوم القیامۃ ولا ینظرُ الیھم ولا یزکیھم ولھم عذابٌ الیمٌ: قال ابو ذر: خابوا وخسروا من ھم یارسول اللہ ﷺ؟ قال المسبل والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب)

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تین اشخاص ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات نہ کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، ابوذرؓ نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ وہ بد بخت اور نیکی سے محروم کون اشخاص ہیں؟

فرمایا: تہبند لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنے والا"

تجارت میں اہم بات پیمانوں کا صحیح رکھنا ہے۔ قرآنِ پاک نے اسے عدل قرار دیا ہے اور اس میں کمی بیشی کو ناپسند کیا۔ قرآنِ پاک نے قومِ شعیب کی تباہی کا ایک سبب یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے۔ کتابِ مقدس نے اسے یوں بیان کیا:

(اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآئَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ)

"پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان نہ کیا کرو اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے پھرو"۔

سورۃ بنی اسرائیل میں جو اخلاقی نصیحتیں فرمائی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

(اَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلاً) "اور جب کوئی چیز ناپ کر دو تو پیمانہ بھرا کرو اور جب تول کر دو تو ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔ یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے"۔

نفع اور افزائش مال کا ایسا معاملہ جس میں ایک جانب کا فائدہ دوسری جانب کے یقینی نقصان پر مبنی ہو جیسے جوا، لاٹری اور سٹہ وغیرہ۔ ان تمام طریقوں کو ناجائز قرار دیا۔

(اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ

---

فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں

الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ)

''بلاشبہ شراب، جوا، بُت اور پانسے کار شیطان ہیں۔ پس ان سے بچو تا کہ تم کو فلاح نصیب ہو''۔(یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ)

''یہ لوگ آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ ان دونوں باتوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ نفع کا سامان بھی ہے''۔

نفع کا ایسا معاملہ جس میں اضطرار اور مجبوری پائی جائے یا جبری رضا کو حقیقی رضا کے قائم مقام کر دیا۔ قرآن پاک میں ہے:

(اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا)

''اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا''۔(یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَاللّٰہُ لَایُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ)''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کی پرورش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کافر و بدکار کو پسند نہیں کرتا۔''(عَنْ جَابِرٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ: ھُمْ سَوَاءٌ)

''حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سود لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت فرمائی اور کہا یہ سب برابر ہیں''۔

(عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَایَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا اٰکِلُ الرِّبٰوا اِنْ لَّمْ یَاْکُلْہُ فَاَصَابَہٗ مِنْ بُخَارِہٖ وَیُرْوٰی مِنْ غُبَارِہٖ)

''ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ سوائے سود کھانے والوں کے کوئی باقی نہیں رہے گا، اگر کوئی شخص ہوگا بھی تو اس کو سود کا بخار پہنچے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو سود کا غبار پہنچے گا''۔

(عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ بَیْعِ الْمُفْطَرِ وَعَنْ بَیْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَیْعِ الثَّمَرَۃِ قَبْلَ اَنْ تُدْرَکَ)

''حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجبوری کی خرید و فروخت، بیع غرر اور پھلوں کو پکنے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔'' ایسا کاروبار جو اسلام کی نگاہ میں معصیت ہو مثلاً شراب، مُردار، خنزیر اور بُت وغیرہ وہ اشیا ہیں جن کی خرید و فروخت اسلامی نقطۂ نظر سے ممنوع ہے۔

(اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ)''اے مسلمانو! تم پر مُردار، خون اور خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کی چیز کو حرام کیا گیا ہے''۔(عَنْ جَابِرٍ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ الْخَمْرَ

وَالْمَيْتَةِ وَالخنزير والاَصْنَام)

"جابرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے"۔ (وَعَنْه انَّه سَمِعَ رسُول اللّٰه ﷺ يقولُ عامَ الْفَتْحِ وَهُو بِمَكَّةَ: إنَّ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الخمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالاَصْنَامِ فَقِيْلَ يَارسولَ اللّٰه ﷺ: رأيتَ شُحُوم الْمَيْتَةِ فانها يُطْلىٰ بِهَا السُّفُنُ وَيُدهَنَ بِهَا الجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ النَاسُ فقالَ لاهُو حرام ثم قالَ، عند ذالک قَالَ اللّٰهُ اليهُود اِن اللّٰه لَمَا حَرَّم شُحُومَها اَجْمَلُوه ثُم بَاعُوه فَاكَلُوا ثمَنَه)

"جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح کے سال جب وہ مکہ میں تھے یہ کہتے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دیا ہے۔ سوال کیا گیا کہ مُردار کی چربی کے بارے میں کیا رائے ہے۔ وہ کشتیوں میں ملی جاتی ہے اور چمڑوں کو اس سے چکنا کیا جاتا ہے اور لوگ اس سے روشنی کرتے ہیں (چراغ جلاتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں، وہ حرام ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ یہود پر لعنت کرے، جب اللہ تعالیٰ نے مُردار کی چربی کو حرام قرار دیا تو وہ چربی کو پگھلاتے، بیچ ڈالتے اور اس کی قیمت کھا جاتے"۔

(عن ابی جحیفة اَنَّ النَّبِیَ ﷺ نهى عن ثمن الدَّم وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِی وَلَعَنَ اكل الرِبُوا وَمُوكِلَه وَالوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوشِمَةَ وَالْمُصَوِّرَ) "ابوجحیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت اور زنا کار عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور سود کھانے اور سود دینے والے پر نیز جسم کو گودنے اور گدوانے والے اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے"۔

اسی طرح عربوں کے ہاں تجارت میں خرید وفروخت کی بعض صورتیں رائج تھیں جو پسندیدہ تھیں، رسول اللہ ﷺ نے انہیں ختم کر دیا: (عن جابر قال: نهى رسولُ اللّٰه ﷺ عن الْمُخابَرةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُعَاقَلَةُ ان يَبِيْعَ الرجلُ الزرعَ بمائة فَرقِ حنطة وَالْمُزَابَنَةُ ان يبيعَ التمرفی رُؤوس النَّخلِ بمائة فرق وَالْمُخَابَرةُ كِرَاء الارض بالثلث وَالرُبُع)" جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ، محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ محاقلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کھڑی فصل کو سو فرق (پیمانہ) غلہ کے بدلے

بیچ دے۔ مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص کھجوروں کو عام کھجوروں سے سوفرق کے عوض بیچ دے اور محابرہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کو ایک تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی کے لیے دے دے۔"

(وعنه قال نهى رسول اللهﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة والمعاومة وعن الثنيا ورخص في العرايا) "جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ، محابرہ، معاومہ اور ثنیا سے منع فرمادیا اور عرایا کی اجازت دے دی۔"

(عن واثلة بن الاسقع، قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول: من باع عيبا لم يبينه لم يزل في مقت الله أولم تزل الملئكة تلعنه) "واثلہ بن الاسقعؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص عیب دار چیز کو بیچے اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کرے وہ ہمیشہ غضب الٰہی کا شکار رہتا ہے یا فرشتے اس پر ہمیشہ لعنت بھیجتے رہتے ہیں"۔ وہ معاملات جن میں جانبین کے درمیان نزاع و مناقشہ کی صورتیں موجود ہوں یا کوئی ایسا پہلو ہو جس میں اختلاف کی گنجائش ہو اس معاملہ کو مشکوک قرار دیا کیونکہ اس میں کسی فریق کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہتا ہے اور یہ چیز مقصد تجارت کے لیے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

(عن ابي هريرة قال: نهى رسول اللهﷺ عن بيعتين في بيعة)

"رسول اللہ ﷺ نے ایک معاملے کو دو معاملے بننے سے منع فرمایا" (وعنه قال: نهى رسول اللهﷺ عن بيع وشرط)

"رسول اللہ ﷺ نے بیع کے ساتھ شرط لگانے سے منع فرمایا" (عن حكيم بن حزام قال: نهاني رسول اللهﷺ ان ابيع ماليس عندي) "حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو منع فرمایا ایسی شے کے فروخت کرنے سے جو میری ملکیت نہیں"۔

وہ معاملہ جس میں دھوکا و فریب مضمر ہو مثلاً: اچھی چیزوں کے اندر بُری چیزیں ملا دی جائیں اور پتا نہ چلنے دیا جائے یا ایک چیز پر نظر رکھی جائے تاکہ اسے حاصل کرلیں لیکن اسے معاملے میں شامل نہیں کیا، بلکہ کسی اور طریق سے حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا: (عن ابي هريرةؓ قال: نهى رسول اللهﷺ عن بيع الحصاة وبيع الغرر) "ابوہریرہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے دھوکے کے معاملے کو حرام قرار دیا اور کنکر پھینک کر کسی شے کی خریداری کو بھی" (نهى رسول الله عن النجش) "وہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نجش سے منع فرمایا:

اسی طرح آپ ﷺ نے احتکار و اکتناز سے منع فرمایا۔ احتکار کے معنی یہ ہیں کہ

غلہ اور دوسری اشیا محصور و محدود کر لی جائیں اور پورا معاشرہ اس سے استفادہ نہ کر سکے اور اکتناز کے معنی یہ ہیں کہ دولت کے عظیم الشان خزانے افراد کے پاس جمع ہو جائیں اور اس کی تقسیم و گردش کی کوئی سبیل نہ ہو، اسلام نے ان دونوں کے خلاف پابندی عائد کی ہے: (عن معمر، قال رسول اللہ ﷺ: من احتکر فھو خاطئ) ''معمرؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: احتکار کرنے والا خطا کار ہے'' (عن عمرؓ، عن النبی ﷺ قال: اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ) ''حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تاجر کو (اللہ کی طرف سے) رزق دیا جاتا ہے اور غلہ کو (گرانی کی غرض سے) روکنے اور بند کرنے والا ملعون ہے''۔

(عن ابن عمر قال، قال رسول اللہ ﷺ: من احتکر طعاماً اربعین یوماً یُرِیدُ بہ الغَلاءَ فَقَد بَرِئَ مِنَ اللّٰہ وَبَرِئَ اللّٰہ منہ) ''ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص گرانی کے خیال سے غلہ کو چالیس دن بند رکھے، اس نے اللہ کے عہد کو توڑا اور اللہ بھی اس سے بیزار ہو گیا''۔

ارشاد ربانی ہے: (وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ) ''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، آپ ﷺ ان کو دردناک عذاب کی خبر دیں۔ جس دن اس مال کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ یہ وہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔''

رسول اکرم ﷺ نے ان تمام فاسد اور باطل راہوں کو بند کر کے صرف جائز اور پاکیزہ طریق تجارت کو رہنے دیا تاکہ اسلامی معاشرے میں غیر صالح اجزا راہ نہ پا سکیں۔ آنحضرت ﷺ کا انسانیت پر یہ احسان عظیم ہے کہ انہوں نے تجارت کو پاکیزہ کیا اور اسے اخلاقی اور انسانی قدروں سے مالا مال کیا۔ آنحضرت ﷺ نے قرآن پاک اور اپنے ارشادات سے تجارت کو مقدس ترین مشغلہ قرار دیا اور دولت کو نفع بخشی اور فیض رسانی کا ذریعہ بنایا۔ آج کے تاجران سنہری اصولوں کو اپنا کر اپنی محنت کو رزق حلال کا درجہ دے سکتے ہیں اور خود زمرۂ النبیین، صدیقین اور شہداء میں شمار ہو سکتے ہیں۔☆☆.....☆☆

وہ شام کیا شام دل نواز تھی جو اس صبح کی آمد کی خبر دے رہی تھی جس میں نبیوں کا امام اور رسولوں کا سرتاج پیدا ہونے والا تھا۔ وہ صبح کیا صبح جانفزا تھی جو نوید بہار لے کر آئی کہ غریبوں کا والی، یتیموں کا مولیٰ، ضعیفوں کا ملجا، بادیوں کا ہادی، روشنی کا پیامبر، ظلمتوں کا پردہ دریدہ یعنی وہ خاتم الانبیا والمرسلین حضرت محمد ﷺ تولد ہو چکے ہیں۔ وہ رسول جس کی دعا ابراہیمؑ نے مانگی تھی جس کی بشارت عیسیٰؑ نے دی اور جس کی آمد کی خبر ہر زمانہ کے انبیا اپنی اپنی امتوں کو دیتے آئے تھے۔

دوشنبہ کا دن ربیع الاوّل کا مہینہ اور اس مہینے کی نویا بارہ تاریخ وہ انقلاب آفریں تاریخ تھی جو دنیا میں ایک نئے انقلاب کا پیش خیمہ تھی جو ایک نئے دور کے آغاز کا مژدہ تھی جو اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ کفر اور شرک کی سیاہی کافور ہونے والی ہے۔ ظلمتوں کا دور اپنی موت مرنے والا ہے۔ ہدایت اور حقانیت کا آفتاب روشن ہو چکا ہے دنیا نور الٰہی سے جگمگانے والی ہے، سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کو حیات نو ملنے والی ہے۔

میں حیران ہوں کہ بات کہاں سے شروع کروں، کیا بیان کروں، کیا نہ بیان کروں، وہ زبان وہ طاقت، وہ صلاحیت، وہ استعداد کہاں سے لاؤں جس سے نبی کریم ﷺ کے اوصاف کاملہ، اخلاق فاضلہ اور خصائل حمیدہ کے بیان کرنے کا حق ادا ہو سکے۔

هزار بار بشویم دهن زمشک و گلاب
هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیت

آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ قرآنی تعلیمات کا مظہر اتم اور نمونہ کامل تھے۔ قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپ ﷺ کی زندگی میں موجود تھا۔ گویا قرآن آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کی شکل میں مجسم ہو چکا تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کان خلقہ القرآن آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے ایک شاعر نے آپ ﷺ کے حسن اخلاق کا کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔

روحی الفداء لمن اخلاقه شهدت
بانه خير مولود من البشر

حامل نبوت کی صورت کیا تھی، سیدہ

عائشہؓ نے فرمایا یوسف مصر کو دیکھنے والیوں نے انگلیاں کاٹ ڈالیں تو کیا ہوا وہ جو میرے یوسف کو دیکھ لیتیں تو گردنیں کٹا لیتیں۔ صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پسینے سے زیادہ کوئی چیز خوشبودار نہیں تھی اور ہم نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرأ من کل عیب
کانک قد خلقت کما شاء

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ بہت لمبے تھے نہ پست قد، بلکہ درمیانے قد کے تھے لیکن مجمع عام میں سب سے اونچے دکھائی دیتے تھے۔ رنگ نہ بالکل سفید چونے کی طرح نہ بالکل گندم گوں کہ سانولہ پن آجائے بالکل چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن پُرنور اور ملاحت لیے ہوئے تھے۔ آپ کے بالوں میں گھنگریالہ پن تھا جو آپ کو پہلی نظر دیکھتا آپ کے جمال اور جلال سے ہیبت زدہ مرعوب ہو جاتا۔ آپ ﷺ جیسا صاحب کمال دنیا نے کبھی دیکھا نہ کبھی دیکھے گی۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقه
بعداز خدا بزرگ توئی قصه مختصر

بخاری شریف کی حدیث ہے.....

بعثت من خیری قرنی بنی آدم قرناً فقرناً حتی کنت من القرآن الذی کنت منه. میں بنی آدم کی سب سے بہتر صدی میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ صدی در صدی گزرتی رہی یہاں تک کہ وہ صدی آگئی جس سے میں ہوں۔ وہ رسول جس کی صداقت و امانت بچپن ہی سے ضرب المثل بن چکی تھی جس کی پابندئ عہد اور صفائی معاملہ کے اہل دنیا شروع ہی سے گرویدہ تھے۔

کیا آپ کو عبداللہ بن ابی الحمس کا واقعہ یاد نہیں جنہوں نے آقائے مدنی سے خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا، کچھ بات ہو چکی تھی کچھ باقی تھی وہ پھر آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے اور بھول گئے کہ حضور ﷺ کو روک کر آیا ہوں، تین دن کے بعد یاد آیا تو دوڑے ہوئے اس مقام پر پہنچے دیکھا کہ حضور ﷺ وہیں کھڑے ہیں، کوئی دوسرا ہوتا تو کیا کچھ نہ کہتا مگر حضور ﷺ نے اتنا فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی کہ میں تین دن سے تمہارا یہیں انتظار کر رہا ہوں۔

کیا خانہ کعبہ میں حجر اسود کے نصب کا واقعہ آپ ﷺ کی فہم و فراست اور عدل

---

ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی ہے

پوری کی روشن مثال نہیں کہ جب خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کے وقت سخت نزاع ہوا ہر قبیلہ اس سعادت سے خود بہرہ ور ہونا چاہتا تھا، بات اتنی بڑھی کہ تلواریں کھینچ لی گئیں، قریب تھا کہ حدود حرم خون سے لالہ زار ہو جائے، چار دن گزر گئے جھگڑا ختم نہ ہوا آخر پانچویں دن قریش کے ایک معمر شخص کی رائے پر یہ طے پایا کہ کل صبح جو سب سے پہلے حرم میں آئے اسی کو حکم (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر دیا جائے۔

قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھیے کہ دوسرے دن سب سے پہلے حرم میں پہنچنے والے سرور کائنات ﷺ تھے، آپ ﷺ کو دیکھنا تھا کہ لوگ خوش ہو کر پکار اٹھے ھـــذا الامین رضینا امین آ گئے ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں حضور ﷺ چاہتے تو یہ شرف خود حاصل کر لیتے اور کسی کو موقع نہ دیتے مگر سرکار دو عالم ﷺ نے ایسا نہیں کیا ایک چادر منگوائی اور اس میں اپنے دست مبارک سے حجر اسود رکھا پھر سرداران قبائل سے کہا کہ سب لوگ چادر پکڑ کر اٹھائیں اور خانہ کعبہ کے پاس لے چلیں جب چادر اس مقام تک پہنچی تو سرکار دو جہاں ﷺ نے حجر اسود اٹھا کر نصب کر دیا اور آپ ﷺ کے حسن تدبیر سے ایک خوفناک لڑائی ٹل گئی۔

ذرا غور کیجیے کتنے جلیل القدر، کتنے رفیع الذکر اور کتنے عظیم الشان نبی کی امت میں ہونے کا ہم کو شرف حاصل ہے۔ ہم اپنی خوش قسمتی پر جتنا ناز کریں کم ہے، ہم اپنے آپ کو جتنا بھی حضور ﷺ پر قربان کریں کم ہے۔ ہمارے پاس اپنی اس نیک بختی اور خوش قسمتی کو بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ ہمیشہ فوج کو صبح سویرے روانہ فرماتے تھے اور تمام امت کے لیے دعا کی تھی کہ خداوند میری امت کو صبح کے سویرے میں برکت دے۔ ایک تجارت پیشہ صحابی نے اس پر عمل کیا اور اپنا سامان تجارت عموماً صبح سویرے روانہ کرنا شروع کیا چنانچہ اس دعا کی برکت ظاہر ہوئی اور وہ اتنے دولت مند ہو گئے کہ ان کو اپنی دولت کے رکھنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔

(ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ ص ۱۶۳)

ام قیس ایک صحابیہ تھی ان کا لڑکا مر گیا تو وہ اس قدر بدحواس ہو گئی کہ غسل جنازہ دینے والے سے کہا کہ میرے بچے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو ورنہ مر جائے گا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو مسکرائے اور ان کو طول عمر کی دعا دی۔ چنانچہ انہوں نے تمام عورتوں سے زیادہ عمر پائی۔ (ابی داؤد)

# فتح مکہ

ایک دن وہ تھا جب شہر مکہ کفر و شرک کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ہر طرف ظلم و جور، شقاوت و بربریت کا دور دورہ تھا، انسان خدا کو بھول چکا تھا، عدل و انصاف نام کی کوئی چیز نہ تھی، کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ معبودان باطل کی پرستش کی جاتی تھی، وہ کعبہ مکرمہ جو صرف خدائے واحد کی عبادت کے لیے تعمیر ہوا تھا اس میں ایک دو نہیں، پورے تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔

اسی مکہ میں ایک نبی امی ﷺ نے صدائے انقلاب بلند کی، لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلایا۔ دین حق کی دعوت دی مگر کیا ہوا؟ لوگ دشمن بن گئے، اپنے پرائے ہوئے۔ صدائے حق کو دبانے کی کوشش کی گئی، نبی برحق ﷺ اور ان کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، انہیں اتنا مجبور کر دیا گیا کہ وہ اپنا پیارا وطن مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر جائیں۔

مگر وہی مجبور و بے کس مسلمان آج مکہ کی طرف لوٹ رہے تھے، وہی آٹھ سال قبل مکہ سے نکالے گئے تھے۔ آج پوری شان و شوکت اور پورے کر و فر کے ساتھ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ کسی نے سوچا بھی نہ ہوگا کہ یہ جو اتنی لاچاری اور بے بسی کے عالم میں گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیے جا رہے ہیں وہی زیادہ دن نہیں، صرف آٹھ سال بعد بڑی آن بان کے ساتھ مکہ واپس آ جائیں گے اور وہ لوگ جنہوں نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، جنہوں نے ان کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا تھا، گلے میں پھانسی کا پھندہ لگایا تھا اور عدل و انصاف کے سارے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر شقاوت و بربریت کے سارے حربے استعمال کر ڈالے، اور اتنا ستایا کہ مکہ میں رہنا تک دوبھر کر دیا اور مکہ سے جانے کے بعد بھی چین سے رہنے نہ دیا، جی ہاں! وہی مشرکین مکہ اور کفار قریش، گردن جھکائے ہوئے اپنی سزا سننے کے لیے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے نظر آئیں گے، ان کی طاقت ختم ہو چکی ہوگی، ان کی شان و شوکت ان کا اقتدار ماضی کی ایک داستان پارینہ بن چکا تھا، وہ نبی ﷺ جسے مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ جس کے قتل کی

سازشیں کی گئیں۔ وہ مکہ کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے صاف کرنے کے لیے مکہ واپس آجائے گا۔ کس نے سوچا تھا یہ سب، اور کون ان سب باتوں کا تصور کر سکتا تھا۔

مگر سن ہجری کے آٹھویں سال اور ماہ رمضان المبارک نے ان تصورات کو حقیقت کے روپ میں لا کھڑا کیا۔ دنیا ان مجبوروں، دیس سے نکالے ہوؤں اور دین کی خاطر مصائب و آلام کی بھٹی میں تپ کر کندن ہونے والوں کو دیکھ لے کہ جیت کس کی ہوئی اور ہار کس کی، کون فتح یاب ہوا؟ کون شکست سے دوچار۔

حدیبیہ کی صلح جو بظاہر ایک مغلوبانہ صلح تھی، وہی فتح مکہ کی بنیاد بن گئی، اور اس صلح کے متعلق مالک ارض و سما کا یہ ارشاد:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

(ہم نے آپ ﷺ کو کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی) آج ایک حقیقت ثابت تھی جس کے انکار کی کسی میں مجال نہ تھی۔

آیئے دیکھیں کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے پروانوں کا قافلہ مکہ مکرمہ کی طرف کس طرح کوچ کرتا ہے۔

رمضان المبارک سن آٹھ ہجری کو دس تاریخ ہے۔ شمع نبوت کے جلو میں دس ہزار پروانے مکہ مکرمہ کی طرف سرگرم سفر ہیں، ابوسفیانؓ جو غزوۂ احد سے لے کر اب تک اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں سب سے پیش پیش رہے، لیکن آج اسلامی لشکر کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ حضرت عباسؓ کے ساتھ ایک پہاڑی پر چڑھ کر اسلامی فوج کے مکہ میں داخل ہونے کا منظر دیکھ رہے ہیں، مختلف قبائل کے دستے اپنے جھنڈوں کے ساتھ اپنے سپہ سالار کی قیادت میں آگے بڑھ رہے تھے، نعرۂ تکبیر کی صداؤں سے فضا گونج رہی ہے۔ سب سے پہلے قبیلۂ غفار کا پرچم نظر آیا، پھر جُہَیْنہ اور سُلَیم کے قبیلے ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے نکل گئے، سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس شان و شوکت اور ساز و سامان کے ساتھ آیا کہ پہاڑی گونج اٹھی، ابوسفیانؓ اسلامی لشکر کے رعب و دبدبہ اور آن بان سے دہل گئے، انصار کے دستے کے امیر حضرت سعد بن عبادہؓ تھے جب انہوں نے ابوسفیانؓ کو دیکھا تو فرمایا:

اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْیَوْمُ تُسْتَحِلُّ الْکَعْبَةُ (آج مارکاٹ کا دن ہے، آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا) حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت سعد کا جملہ ناپسند کیا اور فرمایا: اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَرْحَمَةِ (آج رحم و کرم کا دن ہے) اور جھنڈا سعدؓ سے لے کر ان کے صاحبزادے حضرت قیسؓ کو دے دیا۔

اسلامی لشکر کے سب سے آخر میں فخر

موجودات نبی آخر الزمان ﷺ بنفس نفیس جاں نثاروں کے جلو میں تشریف لائے۔ حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں میں جھنڈا تھا۔ یہ انصار و مہاجرین کا ایسا آہن پوش دستہ تھا جس کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں، ابوسفیانؓ یہ منظر دیکھ کر مبہوت رہ گئے اور حضرت عباسؓ سے فرمایا خدا کی قسم! اے ابوالفضل! تمہارے بھتیجے کا اقتدار اور آج کی صبح کتنا عظیم ہے۔

مکہ میں داخل ہونے کا عالم بھی عجیب و غریب تھا، نہ غرور و تمکنت، نہ بڑائی کا اظہار، بلکہ نہایت تواضع اور انکساری کے ساتھ رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ سر مبارک عبدیت کے غلبہ سے بالکل جھک گیا تھا۔ آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت سورۂ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔

حرم کعبہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے دستِ مبارک میں ایک کمان تھی، کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ اس کمان سے بتوں کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا) باطل مٹ گیا، باطل مٹنے ہی کی چیز ہے۔

اسی کے ساتھ ہی سارے بت ایک ایک کر کے منہ کے بل گرتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کعبہ کفر و شرک کی آلائش سے پاک ہو گیا۔

آج صحن حرم میں وہ سب سردارانِ مکہ موجود ہیں جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی انتھک کوششیں کی تھیں، جو رسول اللہ ﷺ کے دشمن مسلمانوں کے قاتل اور اسلام کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والے تھے، جنہوں نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا اے مکہ کے سردارو! آج میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا۔ سب نے کہا "آپ جوانوں کے شریف بھائی اور بوڑھوں کے شریف بھتیجے ہیں"۔ آپ نے فرمایا لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ (آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔)۔

یہ اعلان معافی اس قدر عام ہوا کہ آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے وہ مامون ہے، جو مسجد حرام میں چلا جائے وہ مامون ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے۔

سوچیے! یہ کتنا خلاف توقع اعلان تھا، کفار تو اس لائق تھے کہ انہیں جو سزا بھی دی جاتی کم تھی، وہ خود بھی اپنے جرم کو اچھی طرح جانتے تھے، اس لیے اگر انہیں سزا دی جاتی تو وہ اُن کی امید کے خلاف نہ ہوتی لیکن یہ جو اعلانِ معافی الفاظ کا مجموعہ نہیں، حقیقت کا پیکر تھا۔ یہ آواز دل کی گہرائی سے اٹھی اور دل کی

---

مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے

گہرائیوں میں اتر گئی، اور وہی جو آج تک اسلام کے دشمن تھے، اسلام کے دامن میں پناہ لینے کے لیے بے تاب ہو گئے، ہندہؓ نے اسلام قبول کرلیا۔ وحشیؓ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار مکہ کی ایک کثیر تعداد دامن اسلام سے وابستہ گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حدودِ حرم میں موجود مجمع کے سامنے تاثیر میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا:

"ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے اپنا وعدہ سچا کیا، اُس نے اپنے بندے کی مدد کی اور کفر کے سارے جتھوں کو تنہا شکست دی۔ یاد رکھو! کفر کے سارے مفاخر، خون کے سب پرانے کھیے اور جاہلیت کے سارے بدلے میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ صرف کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت اس سے مستثنیٰ ہے..... اے قریش کے لوگو! جہالت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔

تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

بزرگو اور دوستو! توحید حق تعالیٰ اور وحدتِ انسانیت کی یہ وہ صدائے دل نشیں تھی جو صحنِ حرم میں گونجی تھی اور دنیا کے چپے چپے میں پھیل گئی تھی اور ساری دنیا کل کی طرح آج بھی اس کی محتاج ہے۔

سبق پھر پڑھ شجاعت کا، صداقت کا، عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

☆☆.....☆☆.....☆☆

☆ قلیل تعداد میں کثیر برکت ☆

آنحضرت ﷺ نے جب حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تو حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم نے تھوڑا سا "حیس" (ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے) تیار کیا اور ایک تشت میں رکھ کر حضرت انسؓ کے ہاتھ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، حضرت انسؓ کھانا لے کر آئے تو آپ ﷺ نے بہت سے اصحاب کو مدعو کیا تقریباً ۳۰۰ آدمی جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ دس دس آدمی حلقہ باندھ کر آجائیں اور اپنے سامنے سے کھانا شروع کریں، تمام لوگ کھا کر آسودہ ہو گئے لیکن اس میں اس قدر برکت ہوئی کہ حضرت انسؓ کہتے ہیں مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ جس وقت میں نے تشت کو اٹھا کر رکھا اس وقت کھانا زیادہ تھا یا جب لوگوں کے سامنے رکھا گیا تھا۔

(صحیح مسلم جلد ۱ ص ۵۵۰)

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
.....(علامہ اقبالؒ).....

# کمالات مصطفیٰ ﷺ

محمد راشد امام

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے عظیم ہستی جناب رسول اکرم ﷺ کی ہستی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو وہ کمالات و جواہرات عطا فرمائے جو کائنات میں کسی کو بھی نہیں دیے۔ جب ہم پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگیوں کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں ایسے معجزات و کمالات نظر آتے ہیں کہ دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ کمالات ہمارے نبی کریم ﷺ کو کیوں نہیں عطا فرمائے گئے لیکن جب ہم ذرا گہرائی میں جا کر غور کرتے ہیں تو دل کا یہ خیال محض خام خیالی بن جاتا ہے۔ آیئے ہم کچھ انبیا کرام علیہم السلام کا موازنہ حضور ﷺ سے کرتے ہیں۔ یاد رہے اسے صرف موازنہ سمجھا جائے مقابلہ نہ سمجھا جائے ہم اس موازنے سے معاذ اللہ کسی بھی نبی کی تحقیر نہیں کر رہے ہم تو صرف یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں۔

سب سے پہلے ہم حضرت آدم علیہ السلام کی بات کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (ترجمہ) کہ ہم نے آدم کو چند کلمات القا کیے تا کہ وہ توبہ کریں۔ یہاں چند کلمات القا کرنے کی بات ہے لیکن جب شافع محشر ساقی کونین محمد مصطفیٰ ﷺ کی باری آئی تو خدا نے فرمایا اِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْآن کہ اے نبی ﷺ ہم نے پورا قرآن آپ پر القا کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عطا فرمایا کہ انہوں نے عصا پتھر پر مارا تو بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ لیکن چشمے تو پتھروں سے ہی نکلا کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک بڑا معجزہ ضرور ہے مگر اب کمال نبوی ﷺ ملاحظہ ہو کہ آپ ﷺ نے پانی کے ایک پیالے میں ہاتھ ڈالا تو آپ ﷺ کی مبارک و محترم انگلیوں سے پانی کے فوارے چھوٹ پڑے۔ پتھروں سے پانی کا نکلنا اتنا بعید نہیں لیکن انگلیوں سے ابلنا اور ٹھاٹھیں مارتا پانی کمالات نبوی کا ادنیٰ سا نمونہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی پر عصا مارا تو وہ دو حصوں میں بٹ گیا۔ پانی کا دو حصوں میں تقسیم ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ لیکن اب ذرا گہرائی میں جایئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

کی لاٹھی پانی تک پہنچی تو پانی دو ٹکڑے ہوا جب کہ سرورِ کائنات، خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے چاند کی طرف انگلی مبارک اٹھائی انگلی مبارک چاند سے ٹکرائی نہیں چاند تک پہنچی نہیں صرف اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ مُردوں کو زندہ کر دینا اور ان سے باتیں کرنا یہ خداوند کریم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت بڑی عطا تھی۔ اب ہم پھر موازنے کی طرف آتے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ روح اور جسم کا آپس میں تعلق ہوتا ہے کہ جسم ہوتا ہے تو اس کے لیے روح ہوتی ہے بغیر جسم کے روح کا کسی اور جسم میں ڈالنا ناممکن سی بات ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے پر ان جسموں میں کسی نہ کسی وقت روح ہوا کرتی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے لیے منبر تیار کیا گیا جب آپ ﷺ اس پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے تو اس کھجور کے تنے سے رونے کی آواز آئی جس پر آپ ﷺ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ اب اس کھجور کے تنے میں روح کہاں سے آئی؟ جب آپ ﷺ اس کے ساتھ ٹیک لگاتے تھے تو آپ ﷺ کی کہنی مبارک سے پسینہ اس تنے پر ٹپکتا تھا جو اس کے لیے آبِ حیات ثابت ہوا۔ یہ ہے وہ کمالِ نبوی ﷺ جس نے ایک بے جان تنے میں جان پیدا کر دی۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو ایسی حکمت و دانش، خلق عظیم، عقل سے بالاتر معجزات، کمالات و حُسنِ لاجواب اور ساری دنیا کے لیے رحمت جو کسی اور نبی و پیغمبر کو نہیں دی۔

☆.....☆☆.....☆

### حضرت انسؓ کے حق میں دعائے برکت

آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی والدہ ان کو چادر میں لپیٹ کر لائی اور آپ ﷺ کی خدمت میں بطور خادم کے پیش کیا اور ان کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے ترقی مال و اولاد کی دعا دی۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آج اس دعا کی برکت سے میرے پاس با کثرت دولت ہے اور میرے لڑکوں اور پوتوں کی تعداد سو کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس دعا کا یہ اثر تھا کہ حضرت انس بن مالکؓ کا باغ تھا جو سال میں دو بار پھل لاتا تھا اور اس میں ایک پھول کا درخت تھا جس میں مشک کی خوشبو آتی تھی۔ (ترمذی مناقب انسؓ)

میں نے گلستان میں جا کر ہر گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

# گلدستہ سیرت ﷺ

انتخاب عبدالرحمٰن ابوظہیبی

## محبت رسول ﷺ کا معیار:

آنحضرت ﷺ کی عظمت و محبت اللہ کے نزدیک ایسی ہی مطلوب ہے جیسی صحابہ کرامؓ کے دل میں آپ ﷺ کی تھی۔ اس سے کمی بھی جرم ہے اور اس میں زیادتی بھی غلو اور گمراہی ہے۔ (تفسیر معارف القرآن ص ۳۵۶ ج ۱)

## محبت اور اتباع سنت:

اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی ﷺ کی کسوٹی پر آزما کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص اپنے دعویٰ میں جتنا سچا ہوگا اتنا ہی حضور اکرم ﷺ کی اتباع کا زیادہ اہتمام کرے گا اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بنائے گا اور جتنا اپنے دعویٰ میں کمزور ہوگا اسی قدر آپ کی اطاعت میں سستی اور کمزوری دیکھی جائے گی۔ (ص ۵۵ ج ۴)

## رسول کریم ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا کفر ہے:

اس آیت (فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ. الایۃ) میں قسم کھا کر حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مؤمن یا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ آنحضرت ﷺ کو ٹھنڈے دل سے پوری طرح تسلیم نہ کرے کہ اس کے دل میں بھی فیصلہ سے کوئی تنگی نہ پائی جائے۔ (ص ۴۶۰ ج ۲)

## نبی الرحمۃ ﷺ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر رسول کو ایک دعا قبولیت ایسی عطا فرمائی ہے کہ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور ہر رسول و نبی نے اپنی اپنی دعا کو اپنے خاص خاص مقصدوں کے لیے استعمال کر لیا۔ وہ مقصد حاصل ہو گئے۔ مجھ سے بھی کہا گیا کہ آپ کوئی دعا کریں، میں نے اپنی دعا کو آخرت کے لیے محفوظ کرا دیا، وہ دعا تمہارے اور قیامت تک جو شخص لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کی شہادت دینے والا ہوگا اس کے کام آئے گی۔ (ص ۹۲ ج ۴)

## پیغمبر ﷺ قیامت تک کے لیے نبی ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے منقول ہے کہ

دولت مند پر حسد نہ کرو، دولت کی لذتیں فانی اور عارضی ہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میرا مبعوث ہونا سُنے خواہ میری اُمت میں ہو یا یہودی و نصرانی ہو اگر وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے گا تو جہنم میں جائے گا۔ آپ کی بعثت کے بعد جو شخص آپ پر ایمان نہیں لایا وہ اگرچہ کسی سابق شریعت و کتاب کا یا کسی اور مذہب ملت کی پوری پوری اتباع، تقویٰ و احتیاط کے ساتھ بھی کر رہا ہو وہ ہرگز نجات نہیں پائے گا۔ (ص ۹۲ ج ۴)

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو یہودی یا نصرانی میری دعوت کو سُنے اور اس کے باوجود میری لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنمیوں میں سے ہوگا۔ (ص ۶۰۶ ج ۴)

**شفیق پیغمبر ﷺ:**

حضرت عمرو بن عاصؓ کی روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے وہ آیت تلاوت فرمائی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمُ پھر آپ نے دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھائے اور گریہ و زاری شروع کی اور بار بار فرماتے تھے۔ اللھم امتی اللھم امتی، حق تعالیٰ نے جبرئیل امین کو بھیجا کہ آپ سے دریافت کریں کہ آپ کیوں رو تے ہیں (اور یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ ہمیں سب معلوم ہے) جبرائیل امین سے فرمایا کہ پھر جاؤ اور کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتے ہیں کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ نہ کریں گے۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی یعنی آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِذًا لَّا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ یعنی جب یہ بات ہے تو میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میری امت سے ایک آدمی بھی جہنم میں رہے گا۔ (ص ۷۶۶ ج ۸)

**اللہ کی طرف سے پیغمبر ﷺ کا ادب:**

پورے قرآن میں خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لینے کے بجائے عموماً آپ کا ذکر اوصاف والقاب کے ساتھ کیا گیا۔ خصوصاً ندا کے موقع پر یا ایھا النبی یا ایھا الرسول یا ایھا المزمل وغیرہ۔ بخلاف دوسرے انبیاء کے کہ ان کے نام کے ساتھ ندا کی یا ابراہیم یا موسیٰ یا عیسیٰ پورے قرآن میں صرف چار جگہ آپ کا نام مبارک محمد (ﷺ) ذکر فرمایا ہے جہاں اس نام کے ذکر ہی میں کوئی مصلحت تھی۔ (ص ۹۱ ج ۸)

**آپ ﷺ کا اُمی ہونا آپ کیلئے کمال ہے:**

اُمی کے لفظی معنی ان پڑھ کے ہیں جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو' اور اُمی ہونا کسی انسان کیلئے کوئی صفتِ مدح نہیں بلکہ ایک عیب سمجھا جاتا ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و معارف اور خصوصیات اور حالات وکمالات کے ساتھ اُمی ہونا آپ کیلئے بڑی صفت کمال بن گئی ہے۔ کیونکہ اگر علمی' عملی' اخلاقی کمالات کسی لکھے پڑھے آدمی سے ظاہر ہوں تو وہ اس کی تعلیم کا نتیجہ ہوتے ہیں لیکن ایک اُمی سے ایسے بیش بہا علوم اور بے نظیر حقائق ومعارف کا صدور اس کا ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ ہے جس سے کوئی پرلے درجے کا معاند و مخالف بھی انکار نہیں کرسکتا۔ خصوصاً جبکہ آپ ﷺ کی عمر شریف کے چالیس سال مکہ مکرمہ میں سب کے سامنے اس طرح گزرے کہ کسی سے نہ ایک حرف پڑھا نہ سیکھا۔ ٹھیک چالیس سال کی عمر ہونے پر یکایک آپ کی زبان مبارک پر وہ کلام جاری ہوا جس کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کی مثال لانے سے ساری دنیا عاجز ہوگئی' تو ان حالات میں آپ کا اُمی ہونا آپ کے رسول من جانب اللہ ہونے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ایک بہت بڑی شہادت ہے۔ اس لئے اُمی ہونا اگرچہ دوسروں کیلئے کوئی صفت مدح نہیں مگر رسول اللہ ﷺ کے لیے بہت بڑی صفت مدح وکمال ہے۔ جیسے متکبر کا لفظ عام انسانوں کیلئے صفت مدح نہیں بلکہ عیب مگر حق تعالیٰ شانہٗ کے لیے خصوصیت سے صفت مدح ہے۔ (ص ۷۹ ج ۴)

## غیب وانباء الغیب میں فرق:

بعض ناواقف غیب اور انباالغیب میں فرق نہیں سمجھتے اس لیے وہ انبیاء اور خصوصاً خاتم الانبیا ﷺ کے لیے علم غیب کلی ثابت کرتے ہیں اور آپ کو بالکل اللہ تعالیٰ کی طرح عالم الغیب ہر ہر ذرہ کائنات کا علم رکھنے والا کہتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور رسول کو خدائی کا درجہ دینا ہے نعوذ باللہ اگر کوئی شخص اپنا خفیہ راز کسی اپنے دوست کو بتلا دے جو اور کسی کے علم میں نہ ہو۔ تو اس دنیا میں کوئی بھی اس دوست کو عالم الغیب نہیں بنا دیتا۔ خوب سمجھ لیا جائے۔

جاہل عوام جو ان دونوں باتوں میں فرق نہیں کرتے۔ جب اُن کے سامنے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں' وہ اس کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ آپ کو معاذ اللہ کسی غیب کی چیز کی خبر نہیں' جس کا دنیا میں کوئی قائل نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ایسا ہونے سے تو خود نبوت ورسالت کی نفی ہو جاتی ہے جس کا کسی مومن سے امکان نہیں (ص ۵۸۲ ج ۸)

## رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے متعلق تقاضائے ادب:

اپنے گھر کی دیوار اتنی بلند نہ کرو کہ پڑوسی کی ہوا رک جائے

جناب رسول اللہ ﷺ کے متعلق تقاضائے ادب یہ ہے کہ یوں نہ کہا جائے کہ آپ غیب نہیں جانتے تھے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو امور غیب کا بہت بڑا علم دیا تھا جو انبیا میں سے کسی دوسرے کو نہیں ملا۔ (۷۹۶ ج ۷)

## حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا۔ کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کیلئے ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ ہیں۔ گو اُس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے۔ کیونکہ نہ اس پر اُمت کا کوئی دینی یا دنیوی کام موقوف ہے نہ خود رسول کریم ﷺ اور صحابہ کریم نے ایسی فضول اور بے ضرورت بحثوں کو پسند فرمایا بلکہ منع فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لیے یہ اُمت قیامت تک عذاب عام سے مامون رہے گی (ص ۲۲۵ ج ۴)

## پیغمبر ﷺ کی طرف سے مغفرت دلانے کا عجیب واقعہ:

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ضروری ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی۔ اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔

حضرت علی کریم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا۔ اور زار و قطار روتے ہوئے آیت (واستغفر لھم الرسول ..... نساء ۶۴) کو حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہگار رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کیلئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی اس لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی قد غفر لک یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔ (ص ۴۵۹ ج ۲) ☆

ربیع الاول کا مہینہ سایہ فگن ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی اور اسی مہینہ میں آپ ﷺ نے وفات پائی۔ ربیع الاول کا مہینہ جس قدر روحانی مسرت کا باعث ہے اسی قدر حزن وملال کا بھی احساس دلاتا ہے، آج کل ہمارے معاشرے میں بدعات وخرافات کا رواج ہے، باطل نظریات اور غلط عقائد وافکار کی بھرمار ہے، اہل باطل ان بدعتوں پر دین کا لیبل چسپاں کر کے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اور عوام اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں، رفتہ رفتہ وہ بدعتیں پھیل جاتی ہیں اور معاشرے میں اس کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔

مسلمانوں کے دلوں میں حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی ہونا فطری اور طبعی بات ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں بدعات وخرافات کا سلسلہ شروع کر دیا جائے جیسا کہ آج کل کیا جاتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے صاف ارشاد فرمایا تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے، ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور نئی نئی باتوں سے دور رہو اس لیے کہ دین میں ہر نئی بات (جس کا حکم نہ دیا گیا ہو) بدعت ہے۔ (مستدرک حاکم)

بعض لوگ میلاد النبی ﷺ منانے میں بہت ساری بدعات میں مبتلا ہوتے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ جشن میلاد النبی ﷺ میں رسول اللہ ﷺ حاضر ہوتے ہیں، قرآن وحدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور قیام کا کوئی ثبوت نہیں، یہ سراسر بدعت ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: ایک روز رسول اللہ ﷺ باہر سے تشریف لائے تو تمام صحابہؓ آپ ﷺ کے لیے تعظیماً کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دیکھ کر کھڑے نہ ہوا کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر کھڑے ہوتے ہیں، حقیقت صرف اس قدر ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں (سنن ابوداؤد)۔

جشن میلاد النبی ﷺ میں رسول ﷺ کی حاضری پر کھڑے ہونے والے غور کریں

کہ جب اپنی زندگی میں تعظیماً کھڑے ہونے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے تو آج کس دلیل کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی آمد کا تصور کر کے یہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جشن منانا ہی سرے سے بدعت ہے، قرآن مجید، احادیث نبویہ اور سلف صالحین سے اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا، یہ بدعت ساتویں صدی ہجری کے شروع میں سب سے پہلے فاطمی امراء کی وضع کردہ ہے جو رافضی العقیدہ تھے، سب سے پہلے میلاد منانے والی شخصیت موصل کے علاقے اربل کا ظالم، ستم شعار اور فضول خرچ بادشاہ ملک مظفر الدین ہے۔ سب سے پہلے اس کے حکم سے محفل میلاد منائی گئی۔ (دول الاسلام)

امام احمد بن محمد مصری اپنی کتاب القول المعتمد میں لکھتے ہیں: اس ظالم اور مسرف بادشاہ (ملک مظفر الدین) نے اپنے زمانے کے علماء کو حکم دیا کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کریں اور اس میں کسی غیر کے مذہب کا اتباع نہ کریں تو اس وقت کے وہ علماء جو اپنے دنیوی اغراض ومقاصد کی سرتوڑ کوششیں کر رہے تھے اُن کی طرف مائل ہوئے، جب اُنھیں موقع ملا تو ربیع الاوّل کے مہینے میں عید میلاد النبی ﷺ منانا شروع کیا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے عید میلاد النبی ﷺ منانے والا شخص ملک مظفر الدین ہے جو موصل کے علاقے اربل کا بادشاہ تھا۔

علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ شخص ہر سال میلاد پر لاکھوں روپیہ خرچ کرتا تھا اس طرح اُس نے رعایا کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا اور اس کے لیے ملک وقوم کی رقم کو محفل میلاد پر خرچ کرنا شروع کیا اور اس بہانے اپنی بادشاہت مضبوط کرتا رہا اور ملک وقوم کی رقم بلاوجہ صرف کرتا رہا۔ (فیض الباری)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: اس کی فضول خرچی اور اسراف کی حالت یہ تھی کہ وہ ہر سال میلاد النبی ﷺ پر تقریباً تین لاکھ روپے خرچ کیا کرتا تھا۔ (دول الاسلام)

ذرا اُس باطل پرست اور کج فکر کی حالت بھی سن لیجیے جس نے محفل میلاد کے جواز پر دلائل اکٹھے کیے اور بادشاہ کو اس محفل کے انعقاد کے جواز کا راستہ بتایا اس کا نام ابوالخطاب عمر بن دحیہ تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اُس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ شخص ائمہ کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا، زبان دراز، بے وقوف اور متکبر تھا اور دینی امور میں سست اور بے پرواتھا۔ (لسان المیزان)

علامہ عبدالرحمٰن مغربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

میلاد منانا بدعت ہے؛ اس لیے کہ اس کو حضور ﷺ نے منایا ہے نہ اس کے منانے کا حکم دیا ہے۔ خلفائے کرام نے میلاد منائی ہے اور نہ ائمہ نے۔ (الشریعۃ الابلیہ بحوالہ حقیقت میلاد)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس میلاد کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے؛ لیکن اس میں قیاس آرائی پر عمل کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم میں تحریر فرماتے ہیں: نصاریٰ میلاد عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام مناتے تھے، جب مسلمانوں کی اس طرف نظر ہوئی تو دیکھا دیکھی مسلمانوں نے یہ رسم اختیار کی؛ حالانکہ سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اگر یہ جائز ہوتی اور اس کے منانے میں خیر ہوتی، تو پہلے کے لوگ جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبت رکھتے تھے اور اچھے کام کرنے کے زیادہ حریص تھے؛ وہ مناتے؛ لیکن سلف صالحین کا میلاد نہ منانا یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ میلاد مروجہ طریقے پر منانا درست نہیں ہے۔

اس میں لوگوں کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ یہ بڑی عبادت ہے حالانکہ یہ بدعت ہے اور اس میں محرمات کا ارتکاب ہوتا ہے اور دیگر لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ اگر میلاد منائی جائے اور اس میں محرمات کا ارتکاب نہ ہو اور وہ تمام مفاسد نہ ہوں جو اس کے منانے میں ہوتے ہیں، تب بھی میلاد منانا بدعت ہے؛ کیوں کہ یہ دین میں زیادتی ہے اور اسلاف کا عمل نہیں ہے۔ اگر یہ کارِ خیر اور کارِ ثواب ہوتا تو سب سے پہلے سلف صالحین مناتے؛ لیکن اُن کا میلاد نہ منانا اس کا ثبوت ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں: بالفرض اگر آنحضور ﷺ اس دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجلس منعقد ہوتی تو آیا وہ اس پر راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے تو اس سلسلے میں بندے کا یقین یہ ہے کہ وہ ہرگز اسے قبول نہ فرماتے۔ (دفتر اوّل مکتوب)

علامہ نصیر الدین الاودی الشافعی علیہ الرحمہ سے کسی نے سوال کیا کہ میلاد منانا کیسا ہے؟ تو انھوں نے جواب میں فرمایا: محفل میلاد نہ منائی جائے؛ کیوں کہ سلف صالحین نے اسے اختیار نہیں کیا ہم کیسے اختیار کرلیں۔ (القول المعتمد)

علامہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعض امیر لوگ ہر سال محفل میلاد مناتے ہیں، اس میں بہت سے ناجائز تکلفات پائے جاتے ہیں اور یہ محفل نفس پرستوں کی ایجاد کی ہوئی ہے جن کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز کا حکم دیا اور کس چیز سے منع کیا؟ اس لیے یہ بدعت ہے۔ (القول المعتمد)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں: مروجہ میلاد اور اس میں مروجہ قیام محدثہ، ممنوعہ ہیں جو ناجائز اور بدعت ہیں۔ (عزیز الفتاوی)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ محفل چونکہ زمانہ فخر دوعالم ﷺ میں اور زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور زمانہ تابعین و تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین میں نہیں ہوئی، اس محفل کا موجد چھ سو سال بعد کا ایک بادشاہ ہے جس کو اکثر اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں؛ لہٰذا یہ مجلس بدعت اور گمراہی ہے۔ عدم جواز کے واسطے یہ دلیل کافی ہے کہ قرون خیر میں اس کو کسی نے نہیں کیا۔ (فتاوی رشیدیہ)

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: موجودہ مروجہ میلاد ہمارے نزدیک ناجائز اور بدعت ہے۔ (امداد المفتیین)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ذکر ولادت نبوی شریف ﷺ مثل دیگر اذکار خیر کے ثواب اور افضل ہے اگر بدعات وقبائح سے خالی ہو تو اس سے بہتر کیا ہے۔

کما قال الشاعر:

وذکرک للمشتاق خیر شراب
وکل شراب دونہ کسراب

البتہ جیسا ہمارے زمانے میں قیودات اور شنائع کے ساتھ مروج ہے اس طرح بے شک بدعت ہے۔ (امداد الفتاوی)

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میلاد منانا کسی کے لیے بھی جائز نہیں؛ اس لیے کہ یہ بدعت ہے اور رسول اللہ ﷺ، صحابہؓ اور تابعین سے ثابت نہیں۔ (فتاوی عبداللہ بن باز)

ایک اور جگہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: عید منانا خواہ حضور ﷺ کی پیدائش پر ہو یا کسی اور کی پیدائش پر ناجائز ہے؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقے پر عید نہیں منائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ عید منائی ہے، سلف امت کا بھی یہی فیصلہ رہا ہے اور خیر اُن کی اتباع میں مضمر ہے۔

مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: مروجہ میلاد حرام ہے؛ اس لیے کہ یہ میلاد معاصی ظاہرہ وباطنہ پر مشتمل ہوتا ہے اور اس میں محرمات کا ارتکاب ہوتا ہے موضوع روایات پڑھی جاتی ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی اور سب سے بڑی غلطی یہ کہ آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب مانا جاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں ان تمام امور کی وجہ سے اس محفل کا انعقاد حرام ہے۔

---

بہتر آدمی وہ ہے جو دوسرے سے بھلائی کرے

تمام علما، ائمہ، محدثین، مفسرین اور مفتیان کا اس پر اتفاق ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ منانا ناجائز اور بدعت ہے۔

جشن میلاد النبی ﷺ منانے والے دوستوں کو سوچنا چاہیے کہ خود نبی کریم ﷺ جن کے نام پر یہ جشن منایا جاتا ہے، تریسٹھ سالہ دور زندگی میں تریسٹھ مرتبہ یہ دن آیا کیا آپ ﷺ نے اپنی ولادت کے دن کوئی جشن منایا اور فرمایا کہ آؤ میرے صحابیو! اکٹھے ہو جاؤ یہ میری ولادت کا دن ہے، یارسول یا نبی کے نعرے لگاؤ، جلوس نکالو، جلسے منعقد کرو؟ اس طرح صدیقی دور خلافت میں دو دفعہ، فاروقی دور خلافت میں گیارہ مرتبہ یہ دن آیا، عثمانی دور خلافت میں بارہ مرتبہ اور علوی دور خلافت میں پانچ مرتبہ یہ دن آیا، اموی دور خلافت میں بیس دفعہ اور آخری صحابی حضرت ابوطفیلؓ کی وفات تک کئی بار یہ دن آیا، لیکن کسی ایک صحابیؓ نے جشن میلاد النبی ﷺ منانے کا اہتمام نہیں کیا، اسی طرح آئمہ اربعہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے اپنے دور میں جشن میلاد النبی ﷺ کا کبھی بھی اہتمام نہیں فرمایا، غرضیکہ پوری اسلامی تاریخ میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ بلکہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کا ثبوت نہ تو رسول اللہ ﷺ کی حیات مقدسہ میں ملتا ہے اور نہ ہی خیر القرون میں اس کا کہیں وجود ملتا ہے اور نہ ہی تبع تابعین کے اقوال وافعال سے اس کی دلیل ملتی ہے، جب زمانہ خیر القرون اس بدعت کے ذکر سے خالی ہے، تو لامحالہ یہ "احداث فی الدین" یعنی دین میں بدعت ہے، اور تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ جشن میلاد النبی ﷺ کا موجد رافضی ہے، جشن میلاد النبی ﷺ منانے والے دوستوں کو یہ بھی یاد ہوگا کہ وہ کبھی اس روز بارہ وفات منایا کرتے تھے لیکن اب یہ تقریب جشن میلاد النبی ﷺ میں تبدیل ہو چکی ہے، جب کہ بہت سے محقق سیرت نگاروں اور مورخین کی تحقیق کے مطابق رسول کریم ﷺ کی ولادت نو (9) ربیع الاول کو ہوئی، چنانچہ ان میں ہندوستان کے مایہ ناز مورخ قاضی محمد سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ (مصنف رحمۃ للعالمین) علامہ محمد طلعت (مصنف دول العرب والاسلام) علامہ رشید رضا مصری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ (مصنف رسول رحمت)

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف سیرت النبی) مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف تاریخ اسلام) شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف تاریخ اسلام) مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف نبی رحمت) مولانا صفی الرحمٰن

مبارکپوریؒ (مصنف الرحیق المختوم) شامل ہیں۔

اگر جشن میلاد النبی ﷺ منانے والوں کا یہ موقف تسلیم کرلیا جائے کہ نبی مکرم ﷺ کی پیدائش بارہ ربیع الاول کو ہوئی ہے تو آپ ﷺ کی تاریخ وفات بارہ (12) ربیع الاول میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہے ایسی صورت میں وفات کے روز جشن منانا کہاں کی دانشمندی اور کون سا عشق رسول ہے، آیئے آج سے ہم یہ عہد کریں کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزاریں گے اور بدعات وخرافات سے احتراز کریں گے اور ان ساری بدعات کے خلاف صف آرا ہو جائیں گے جس کی وجہ سے شریعت ملعبس ہو کر رہ گئی ہے۔

عید میلاد النبی کے منانے والوں پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو اکثر ایسے افراد ملیں گے جو دین سے ناواقف اور احکام شریعت سے ناآشنا ہوتے ہیں لیکن جوں جوں ربیع الاوّل کا مہینہ قریب آتا ہے ان افراد میں جوش وخروش پیدا ہوتا جاتا ہے اور یہ عید میلاد النبی ﷺ منانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ اس کو اپنے تمام گناہوں کا کفارہ گردانتے ہیں۔ ان مجالس میں جن منکرات کا ارتکاب ہوتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

یہ تھی عید میلاد النبی کی حقیقت اور مروجہ میلاد کی مجالس کے منکرات کہ اس بے دینی کو دین کہا جا رہا ہے اور اسے اسلام اور مسلمانوں کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے اور سادہ لوح عوام بھی پوچھے بغیر اس کو منانے میں مصروف ہیں اور ان مجالس کے لیے زر کثیر صرف کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام مسلمانوں کو خالص توحید وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

غزوہ تبوک میں صحابہ کرام کو بھوک کی اتنی تکلیف ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے سواریوں تک کے ذبح کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ایسا کیا گیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ آپ ﷺ بچا ہوا زادراہ سب سے طلب فرمائیں اور اس پر دعائے برکت کریں، ممکن ہے کہ خدا اس میں ان کا بھلا کر دے۔ آپ ﷺ نے ایک چادر بچھوائی اور تمام فوج کا زادراہ جمع کرا دیا اور اس پر برکت کی دعا کی پھر تمام لوگوں سے فرمایا اپنے اپنے برتن بھر لیں۔ لوگوں نے تمام برتن بھر لیے اور خوب سیر ہو کر کھایا یہاں تک کہ کھانا کافی مقدار میں بچ گیا۔

(صحیح مسلم جلد اول ص ۳۲)

# سفر شام سے شادی تک

ام عباد

بچپن میں ابوطالب اپنے یتیم بھتیجے محمد ﷺ کی اگرچہ کفالت کرتے رہے مگر اس زمانہ میں بھی محمد ﷺ نے دوسرے بچوں کی طرح بچپن کھیل کود میں نہیں گزارا۔ چچا کے بار کفالت کو اس طرح ہلکا کیا کہ تمام دن جنگل میں ان کی بکریاں چرائیں، بڑے ہو کر وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور دنیا کے سب سے زیادہ معزز پیشہ تجارت کو اس عالم اسباب میں آذوقہ حیات کا ذریعہ بنایا، محمد ﷺ ہاتھ کے سچے اور بات کے پکے تھے، تجارتی کاروبار میں جس سے جو معاملت ہو گئی اور جس بات کے لیے زبان دے دی، چاہے زمین و آسمان کیوں نہ ہل جائیں اور تجارت میں کتنا ہی گھاٹا کیوں نہ ہو جائے، اپنے قول اور عہد کی تاویلیں کر کے زبان پھیرنے کا تصور بھی نہ فرماتے، کسی سے مال خریدتے تو دینے والے کی مرضی پر چھوڑ دیتے، وہ اونچا بھی دیتا تو گوارا فرما لیتے مگر جب خود کسی کو مال بیچتے تو خوب جھکتا ہوا تولتے، تاجروں میں آپ کی دیانت اور خوش معاملگی کے تذکرے ہوتے کہ تجارتی کاروبار میں دنیا ایک ایک پیسہ کے لیے جان دیتی ہے۔ ہر شخص اپنے فائدے کے لیے غلط طریقہ سے بھی کوششیں کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا، منفعت کے لیے نئی نئی ترکیبیں اور حیلے نکالے جاتے ہیں اور یہ ابن عبداللہ تو کشادہ دست تاجر ہے، تجارت میں فیاضی کرتے ہوئے اس کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھا گیا۔

خویلد کی بیوہ بیٹی خدیجہؓ ایک شریف اور دولت مند خاتون تھیں، نوکر چاکر اور عزیز رشتہ داران کا تجارتی کاروبار سنبھالے ہوئے تھے۔ محمد ﷺ کی دیانت اور راست بازی کا شہرہ سن کر خدیجہؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیام بھجوایا کہ میں آپ ﷺ کے ذریعے اپنا مال تجارت شام بھیجنا چاہتی ہوں۔ مجھے آپ ﷺ کی ذات پر پورا اعتماد ہے۔ آپ ﷺ کی زحمت فرمائی کا مجھ بیوہ پر احسان ہوگا۔ محمد ﷺ نے شام جانے کی حامی بھر لی اور چند دن بعد خدیجہؓ کا سامان تجارت لے کر شام کی طرف کوچ فرمایا، اس مختصر سے

تجارتی قافلہ میں خدیجہؓ کا ایک رشتہ دار اور ان کا غلام میسرہ بھی ساتھ تھا۔ یہ وہی راستہ تھا جس میں محمد ﷺ کے باپ عبداللہ کے نقش قدم اگرچہ زمانہ کے انقلاب نے مٹا دیئے تھے مگر باپ کی محبت محسوس کر رہی تھی کہ:

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

محبت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ماضی کو حال اور حال کو مستقبل بنا سکتی ہے، محمد ﷺ کے احساس نے گزشتہ واقعات کے اوراق الٹ دیئے، عبداللہ کی جواں مرگی اور آمنہ کا جوانی میں بیوہ ہونا! محبت کی خاموش آواز، اونٹوں کی گھنٹیوں میں مل جل گئی۔

یہی وہ راستہ تھا جہاں بارہ سال کی عمر میں محمد ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ سفر کیا تھا، وہی وادیاں، وہی کوہ و دشت مگر وہاں پُرشور آندھیوں نے ریت کے تودوں کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا اس لیے کہیں کہیں راہیں بھی مڑ گئی تھیں اور منزلوں کے نشان بھی تبدیل ہو گئے تھے، بارہ تیرہ سال کی مدت میں اتنا کچھ بدل جانا ضروری تھا۔

یہ محمد ﷺ کی عمر کا پچیسواں سال تھا۔ قافلہ چلا، چلتا رہا یہاں تک کہ شام پہنچ گیا، یہ کارواں اندھیرے سے بھی گزرا اور چاندنی میں بھی اس نے منزلیں طے کیں، دھوپ کی شدت بھی دیکھی اور سایہ کی راحت بھی! کہیں اتنا چٹیل میدان کہ دور دور تک کسی درخت کا نام و نشان نہیں، بس کہیں کہیں گرد آلود جھاڑیاں نظر آتی تھیں وہ بھی جھلسی ہوئیں، جیسے ان میں قوت نمو ہی نہیں ہے اور کسی جگہ نخلستان کا سلسلہ دور تک چلا جاتا اور آس پاس لہلہاتے کھیت دکھائی دینے لگتے۔

خدیجہؓ بنت خویلد کے رشتہ دار خزیمہ اور ان کے غلام میسرہ نے اس سفر میں ایسے واقعات دیکھے جو انہوں نے اس سے پہلے نہ دیکھے تھے، ان کی تیز تیز بڑھتی ہی چلی جاتی تھیں، یہاں تک کہ ایک سوکھا پیڑ جس کے نیچے محمد ﷺ نے قیام فرمایا دیکھتے ہی دیکھتے سرسبز ہو گیا، اسی مقام پر نسطور اامی ایک راہب رہتا تھا اس نے کہا کہ پیشین گوئیوں اور مقدس بزرگوں کے اخبار کی روشنی میں اس حقیقت کے اظہار میں تامل نہیں کر سکتا، مجھے بتایا گیا ہے کہ اس درخت کے نیچے ایک پیغمبر ﷺ آکر قیام کرے گا، جس کی برکت سے سوکھی ڈالیاں ہری ہو جائیں گی، اس کے ہاتھ میں انجیل کے نوشتے تھے اور انہیں پڑھ پڑھ کر وہ یہ باتیں کہتا جاتا تھا۔

خدیجہؓ کے مال تجارت میں توقع سے بہت زیادہ نفع ہوا اور محمد ﷺ نے تمام مال کی قیمت جوں کی توں خدیجہؓ کو دے دی، خدیجہؓ آپ کی اس دیانت اور راست بازی سے

بہت متاثر ہوئی، وہ دیکھتی تھی کہ مکہ میں تجارتی کاروبار، لین دین، مول تول اور خرید و فروخت پر آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے ہیں ہر شخص دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے غصب کرنے کی کوشش کرتا ہے، لوگ عہد و پیمان کرتے ہیں اور توڑ ڈالتے ہیں، ان لوگوں میں محمد ﷺ جیسے امین اور صادق آدمی کا پایا جانا غیر معمولی واقعہ بلکہ معجزہ ہے۔

خزیمہ اور میسرہ نے یک زبان ہو کر خدیجہؓ سے کہا کہ محمد ﷺ کے ساتھ سفر میں رہ کر ہم نے اپنی آنکھوں سے ایسی ایسی عجیب و غریب باتیں دیکھی ہیں جو شاید کسی نے سنی بھی نہ ہوں، اندھیری راتوں میں روشنی ہو گئی ہے محمد ﷺ کی برکت سے خشک درخت کے نیچے محمد ﷺ بیٹھے اور سوکھی ڈالیاں آن کی آن میں لہلہانے لگیں جیسے کسی نے ان پر آب حیات چھڑک دیا، ایک واقعہ ہو تو بتائیں، ہم تو راستہ بھر ان کے ساتھ خواب سے دیکھتے رہے..... اور یہ محمد ﷺ! اتنا کچھ بابرکت ہونے کے باوجود انتہائی خلیق، متواضع، دردمند اور غمگسار ہیں، راستہ میں ہمیں انہوں نے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی، نہایت مستعدی کے ساتھ ہر کام خود انجام دیا، اتنے دردمند رفیق سفر ہر کسی کو میسر نہیں آتے..... اور ان کی پاک بازی اور پرہیز گاری کی تو لفظوں میں تعریف نہیں ہو سکتی ہے شام کی عورتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں ان کی دلکشی اور رعنائی دور دور تک مشہور ہے۔ مگر ہم نے خاص طور سے اس بات کو محسوس کیا کہ محمد ﷺ بازاروں، گلیوں اور سڑکوں سے گزرتے ہوئے ادھر ادھر نہیں دیکھتے، حیا، غیرت، متانت اور سنجیدگی کے پیکر ہیں! نہ جانے یہ دنیا کہاں تک ہے اور کتنی بڑی ہے، ہم نے تو عرب اور شام یہی دو ملک دیکھے ہیں۔ ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان ملکوں میں تو محمد ﷺ جیسا شریف، نیک، پرہیز گار اور بابرکت آدمی ہماری نگاہ سے نہیں گزرا، یہ عرب کے جاہل لوگ اپنی شاعری، بہادری اور نسب ناموں پر فخر کرتے مرے جاتے ہیں حالانکہ ان کے لیے سب سے بڑا فخر محمد ﷺ قریشی الہاشمی کی ذات ہے۔

مکہ کا ہر شخص محمد ﷺ کے اخلاق اور نیکی کا گرویدہ و معترف تھا۔ خدیجہؓ کو تجارت کے سلسلہ میں آپ ﷺ کی دیانت کا ذاتی تجربہ بھی ہو گیا۔ پھر خزیمہ اور میسرہ کی عینی شہادتوں نے ایمان کو زیادہ مستحکم اور اس اثر کو پائیدار تر بنا دیا، حضرت خدیجہؓ بیوہ تھیں، ان کی دنیا ویران ویران سی تھی! افسردہ اور غمگین تمنائیں! مرجھائے ہوئے احساسات! دل اور دماغ نے یک زبان ہو کر کہا کہ خدیجہؓ! دیکھ

محمد ﷺ سے زیادہ شریف اور باعزت انسان پورے عرب میں نہیں مل سکتا، ان کے پاس پاکیزہ تمناؤں کا پیام بھیج! مکہ میں نوجوانوں اور امیروں کی کمی نہیں ہے لیکن تیری شرافت کا ان بدکرداروں کی زندگی سے کیا جوڑ! محمد ﷺ نے اگر تیرے پیام کو قبول کر لیا تو تیری تقدیر کا ستارہ چمک جائے گا۔

خدیجہؓ نے محمد ﷺ کی خدمت میں شادی کا پیغام بھیجا، آپ ﷺ نے قبول فرمالیا، آپ ﷺ اپنے چچا ابوطالب، حمزہ دوسرے عزیزوں کو ساتھ لے کر خدیجہؓ کے مکان میں پہنچے، وہاں پہلے سے اہتمام تھا اور خدیجہؓ کے عزیز و اقارب انتظار میں تھے، نکاح ہوا، ابوطالب نے خطبہ پڑھا، اس خطبہ میں ابوطالب نے پہلے خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور اس کے بعد کہا کہ سارے قریش میں محمد ﷺ کے پلہ کا ایک بھی آدمی نہیں ہے، کوئی شخص شرافت و نیکوکاری میں میرے سعید و امین بھتیجے کی برابری نہیں کر سکتا، ہاں! مال و دولت اس کے پاس نہیں ہے مگر دولت، روپیہ، پیسہ، خزانے، مال و اسباب تو چلتی پھرتی چھاؤں کی مانند ہیں آج اس کے پاس کل دوسرے کے پاس! ان کا کوئی اعتبار نہیں! اصل چیز تو ذاتی شرافت ہے جو ہر حال میں باقی رہے گی۔

محمد ﷺ کی زندگی کا یہ بالکل نیا دور تھا، خدیجہؓ بہترین رفیقہ حیات ثابت ہوئیں، نیک، فرمانبردار، اطاعت گزار، شوہر کے دکھ سکھ کی شریک! ہر اعتبار سے ہم خیال، وہ کسی بات میں محمد ﷺ سے اختلاف ہی نہ کرتیں، ان کی فطرت میں محبت اور وفا سموئی تھی، خدیجہؓ نے بھی محمد ﷺ کو توقع سے بہت زیادہ ہمدرد اور غمگسار پایا، وہ جتنا نیک شادی سے پہلے سمجھتی تھیں، محمد ﷺ اس سے بڑھ کر نیک اور پرہیزگار نکلے۔ ان کی جلوت ہی نہیں خلوت بھی نیکی، حیا اور عفت سے معمور تھی، مکہ کی عورتیں رشک کرتیں کہ خدیجہؓ کو محمد ﷺ جیسا بہترین شریک حیات مل گیا، خدیجہؓ کے لیے بہر حال بہترین خلائق اور بزرگ ترین انسان کا حرم بننا مقدر ہو چکا تھا، اور یہ وہی مبرم مقدرات ہیں کہ جن کے لکھ دینے کے بعد قدرت کا قلم خشک ہو گیا اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

خدیجہ کی رفاقت سے محمد ﷺ کو بھی سکون حاصل ہوا۔ ان کی خانگی زندگی شک رنجی اور بدمزگی سے پاک تھی، دونوں ایک دوسرے کے ہمدرد، غمگسار تھے

**وحی کا نزول:** جس مہتم بالشان مقصد کی تبلیغ اور تکمیل کے لیے محمد ﷺ دنیا میں بھیجے گئے تھے، اس کے ظہور اور اعلان کا زمانہ قریب آتا جا رہا تھا، انسانیت کی تاریخ کا آخری اور سب سے زیادہ روشن ورق الٹنے کے لیے قدرت

---

اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے

کے ہاتھ جنبش میں آنے والے تھے، اندھیرا آپ ہی آپ سمٹتا جا رہا تھا، برائیاں پسینہ پسینہ ہوئی جا رہی تھیں کہ نیکیوں کا دور شروع ہونے والا ہے، گمراہی کی جان لبوں پر آ گئی تھی کہ ہدایت کا ستارہ انقلاب کے جھروکے سے جھانک رہا ہے، کائنات کا ایک ایک ذرہ تبدیلی محسوس کر رہا تھا اور ؎

جب اپنی پوری جوانی پر آ چکی دنیا
جہاں کے واسطے اک آخری نظام آیا

محمد ﷺ پر غور و فکر اور استغراق کی کیفیت طاری رہنے لگی، مکہ سے تھوڑی دور حرا نام کا ایک غار تھا، آپ ﷺ ستو اور پانی لے کر وہاں چلے جاتے اور کئی کئی دن تک ریاضت و عبادت اور غور و فکر میں ڈوبے رہتے، نفس کا یہ مجاہدہ اور استغراق کی یہ کیفیت کسی ''غیبی نمود'' کی منتظر تھی، دل و نگاہ کو نہایت بے چینی کے ساتھ کسی پیغام کا انتظار تھا، طبیعت بہت بے قرار سی رہتی، اسی تلاش، حیرانی اور بے قراری کو قرآن نے ''ضال'' سے تعبیر کیا ہے، قلب مبارک کی بے چینی دن رات بڑھتی جا رہی تھی۔ کھانا پانی ختم ہو جاتا پھر بھی بھوکے پیاسے خدا کی یاد غار کی تنہائی میں ہوتی رہتی، حقیقت منتظر چالیس سال سے جھانک رہی تھی مگر پورے طور پر کھل کر سامنے نہ آئی تھی، غنچہ دل نیم قدس کا منتظر تھا، تلاش و بے قراری کے عقدے ماحن ربوبیت کی راہ دیکھ رہے تھے، نگاہیں بار بار آسمان کی طرف اٹھتیں اور سجدے میں جھک جاتیں۔

انتظار اور مسلسل انتظار..... یہاں تک کہ غار حرا کے اندھیرے میں یکایک روشنی نمودار ہوئی، ناموس اکبر خدا کا پیام لے کر حاضر ہوا، اور اس ربانی پیام کے الفاظ پوری ترتیل کے ساتھ محمد ﷺ کی زبان سے دہرا دیئے گئے، اس وحی اولین میں خدا کے نام کے ساتھ انسان کی تخلیق کا ذکر تھا اور وہ اس لیے کہ انسانوں سے خدا کا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑنے کے لیے محمد ﷺ ابن عبداللہ کو نبوت عطا ہوئی تھی اور اسی مقصد عظیم کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کو دنیا میں بھیجا گیا تھا۔

### آپ ﷺ کا نسب مبارک

سیدنا و مولانا محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نظر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مذر بن نزار بن معد بن عدنان۔

بن عدنان تک آپ ﷺ کے نسب مبارک کے متعلق تمام کا اتفاق ہے۔

# منتخب لغات قرآنی

## رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نوید اسلام صدیقی

ربیع الاوّل کا ماہ مبارک جلوہ فگن ہے جس میں وہ ذات بابرکات تشریف لائی جس نے دنیا کو گمراہیوں کے اندھیروں سے نکال کر صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔ حضور ﷺ کے دو قرآنی ناموں یعنی احمد ﷺ اور محمد ﷺ پر مضامین قبل ازیں شائع ہو چکے ہیں۔ اس مضمون میں ہم آپ کے نام ''الرسول'' کا مطالعہ کریں گے۔

''رسول'' کے معنی ہیں ''فرستادہ''، ''بھیجا ہوا''۔ اس معنی کے لحاظ سے عربی زبان میں قاصد پیغام بر، ایلچی اور سفیر کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور قرآن میں یہ لفظ یا تو ان ملائکہ کے لیے استعمال ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کارِ خاص پر بھیجے جاتے ہیں، یا پھر اُن انسانوں کو اس نام سے موسوم کیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلق کی طرف اپنا پیغام پہنچانے کے لیے مامور کیا۔

''نبی'' کے معنی میں اہل لغت کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اس کو لفظ نبا سے مشتق قرار دیتے ہیں۔ جس کے معنی خبر کے ہیں اور اس اصل کے لحاظ سے نبی کے معنی ''خبر دینے والے'' کے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کا مادہ نبُو ہے، یعنی رفعت اور بلندی اور اس معنی کے لحاظ سے نبی کا مطلب ہے ''بلند مرتبہ اور ''عالی مقام''۔ ازہری نے کسائی سے ایک تیسرا قول بھی نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ لفظ دراصل نبی ہے جس کے معنی طریق اور راستے کے ہیں اور انبیا کو نبی اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف جانے کا راستہ ہیں۔

نبی کے معنی کی یہ تشریح یہاں اس لیے کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں یہ دونوں الفاظ بالعموم ہم معنی استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی شخصیت کو کہیں صرف رسول کہا گیا ہے اور کہیں صرف نبی اور کہیں رسول اور نبی ایک ساتھ۔ لیکن بعض مقامات پر رسول اور نبی کے الفاظ اس طرح بھی استعمال ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں مرتبے یا کام کی نوعیت کے لحاظ سے کوئی

اصطلاحی فرق ہے۔ مثلاً سورۃ حج رکوع ۶ میں فرمایا "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ الرَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ ..... " ہم نے تم سے پہلے نہیں بھیجا کوئی رسول اور نہ نبی مگر ..... یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ رسول اور نبی دو الگ اصطلاحیں ہیں جن کے درمیان کوئی معنوی فرق ضرور ہے۔ اسی بنا پر اہل تفسیر میں یہ بحث چل پڑی ہے کہ اس فرق کی نوعیت کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قطعی دلائل کے ساتھ کوئی بھی رسول اور نبی کی الگ الگ حیثیتوں کا تعین نہیں کر سکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول کا لفظ نبی کی بہ نسبت خاص ہے، یعنی ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے، مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا، یا یا لفاظ دیگر انبیا میں سے رسول کا لفظ ان جلیل القدر ہستیوں کے لیے بولا گیا ہے جن کو عام انبیا کی بہ نسبت زیادہ اہم منصب سپرد کیا گیا تھا۔ اسی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد نے حضرت ابو امامہ سے اور حاکم نے حضرت ابو ذرؓ سے نقل کی ہے کہ حضور ﷺ سے رسولوں کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ۳۱۳ یا ۳۱۵ بتائی اور انبیاء کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی۔

حضرت محمد ﷺ کے آنے کی خوشخبری حضرت عیسیٰؑ نے سب سے پہلے اپنی قوم کو سنائی، سورۃ الصف (آیت ۶) میں قول عیسیٰؑ بیان کیا جا رہا ہے "اور بشارت دینے والا ہوں ایک "رسول" کی جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کو بھیجنے کا مقصد سورہ البقرہ (آیت ۱۵۱،۱۵۲) میں بیان کیا گیا ہے "میں نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا، جو تمہیں میری آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو، کفران نعمت نہ کرو"۔

سورہ الفتح (آیت ۲۸) میں فرمایا گیا ہے "وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ قرآن پاک میں اس مقام پر یہ بات ارشاد فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ حدیبیہ میں جب معاہدۂ صلح لکھا جانے لگا تھا اس وقت کفار مکہ نے حضور ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ لکھنے پر اعتراض کیا تھا اور ان کے اصرار پر حضور ﷺ نے خود معاہدے کی تحریر سے یہ الفاظ مٹا دیئے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ہمارے رسول کا رسول ہونا تو ایک حقیقت ہے جس میں کسی کے ماننے یا نہ ماننے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اس کو کچھ لوگ نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ اس کے حقیقت ہونے پر صرف

---

دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہو

ہماری شہادت کافی ہے۔ ان کے انکار کر دینے سے یہ حقیقت بدل نہیں جائے گی بلکہ اُن کے علی الرغم اس ہدایت اور اس دین حق کو پوری جنس دین پر غلبہ حاصل ہو کر رہے گا جسے لے کر یہ رسول ہماری طرف سے آیا ہے، خواہ یہ منکرین اسے روکنے کے لیے کتنا ہی زور مار کر دیکھ لیں۔

سورہ الفتح (آیت ۲۹) کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے ''محمدؐ رسول اللہ'' (محمد اللہ کے رسول ہیں) سورہ النساء (آیات ۷۹، ۸۰) میں فرمایا گیا ہے ''ہم نے آپ ﷺ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر خدا کی گواہی کافی ہے جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی اور جو منہ موڑ گیا، تو بہر حال ہم نے تمہیں ان لوگوں پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجا ہے۔ یعنی رسول کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ اللہ کے احکام و ہدایت لوگوں تک پہنچا دے، رسول کا یہ کام نہیں ہے کہ ہاتھ پکڑ کر انہیں زبردستی راہ راست پر چلائے۔ لوگ اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں۔ رسول سے ان کے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی اگر یہ اس ہدایت کی پیروی نہ کریں جو رسول کے ذریعے پہنچ رہی ہے تو اس کی کوئی ذمہ داری رسول پر نہیں ہے رسول سے نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ کیوں نافرمانی کرتے تھے۔

سورہ البقرہ کی (آیات ۱۴۲، ۱۴۳) میں فرمایا جا رہا ہے ''نادان لوگ ضرور کہیں گے انہیں کیا ہوا کہ پہلے یہ جس قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے، اس سے یکایک پھر گئے؟ آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے، سیدھی راہ دکھاتا ہے، اور اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک ''امت وسط'' بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔ پہلے جس طرف تم رُخ کرتے تھے، اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے۔ یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت، مگر اُن لوگوں کے لیے کچھ بھی سخت نہ ثابت ہوا، جو اللہ کی ہدایت سے فیض یاب تھے۔ اللہ تمہارے اس ایمان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ یقین جانو کہ وہ لوگوں کے حق میں نہایت شفیق و رحیم ہے۔

یہ انتہائی اہم آیات ہیں..... یہ جو فرمایا کہ تمہیں ''امت وسط'' اس لیے بنایا گیا ہے کہ ''تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ''تم پر گواہ ہو'' تو اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب پوری نوع انسانی کا اکٹھا حساب لیا جائے گا، اُس وقت رسول ہمارے ذمہ دار نمائندے کی حیثیت سے تم پر گواہی دے گا کہ فکر صحیح اور عمل صالح اور نظام عدل کی جو تعلیم ہم نے اسے دی تھی وہ اس نے تم کو بے کم و کاست پوری کی پوری پہنچا دی اور عملاً اس کے مطابق کام کر کے دکھا دیا۔

☆☆.....☆☆.....☆☆

---

اور ایک دوسرے کے مال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے

# سیرت النبی ﷺ اور ہم

بنت حوا

"اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد بھی پیغمبر ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ کر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے اُدھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے" (سورۃ النساء ۱۱۵)

کلام رب کریم سراپا ہدایت ہے اس کا ایک ایک حرف حقیقت پر مبنی بخشش و مغفرت کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ رب العزت کا پاک کلام، قرآن مجید، فرقانِ حمید ہمارے پیارے مصطفیٰ ﷺ، محبوب رب مشرقین و مغربین پر نازل ہوا، یہ وہی قرآن ہے جو اگر پہاڑ پر نازل ہوتا تو وہ بھی اس کی ہیبت کی تاب نہ لا کر پارہ پارہ ہو جاتا، ہمارے شافع روزِ جزا ہی ایسی واحد پاک ہستی ہے جس کے سینے میں نہ صرف کلام الٰہی نازل ہوا بلکہ آپ ﷺ نے اللہ کا یہ پیغام قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کو واضح انداز میں پہنچا دیا اور ساتھ ہی ساتھ اپنی زندگی قرآن کے سانچے میں ڈھال کر ثابت کر دیا کہ یہ قرآن ایک پریکٹیکل کتاب ہے جو اس پر عمل کرے گا دنیا و آخرت میں فلاح پائے گا۔ جو اس سے روگردانی کرے گا ہمیشہ کے لیے ذلیل و خوار ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی سیرت کے ذریعے اسلام کو ہمارے لیے دینِ فلاح اور مکمل لائحہ عمل کے طور پر پیش کیا۔ یہ دینِ اسلام ہی ہے جو ہر زمانے کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ نبی ریم ﷺ کی سنت کو اپنا کر انسان ہر دور میں راہِ نجات پا سکتا ہے اور آج کا دور جو کہ قیامت کا قریب ترین دور محسوس ہوتا ہے آج کے دور میں آپ ﷺ کی سیرت کو مشعلِ راہ بنانے کی جتنی ضرورت ہے شاید آج سے پہلے اتنی کبھی نہ ہوگی، یہ وہ دور جا رہا ہے کہ قیامت کی بتائی گئی نشانیوں میں سے بیشتر نشانیاں پوری ہو چکی ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ اچھائی اور بُرائی کے معیار اُلٹ چکے ہیں، گناہ کرنا آسان اور نیکی کمانا مشکل ہو گیا ہے۔ اچھائی کو بُرائی سمجھا جاتا ہے اور بُرائی کو اچھائی گردانا جاتا ہے۔

آج دُنیا ایک Global village بن چکی ہے۔ ساری دنیا کا ایک ہی کلچر اُبھر رہا

---

نماز بہترین عبادت ہے۔ نماز مومن کی معراج ہے

ہے، زبان، لباس، کھانے پینے، رہن سہن کے طریقے، گویا ایک یونیورسل کلچر نے جنم لے لیا ہے، اس کا زیادہ تر ذمہ میڈیا کو جاتا ہے، آج اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنے نبی پاک ﷺ کی سیرت کو ساری دُنیا کے سامنے پیش کریں، ہم ہی تو دین الٰہی کے اصل وارث ہیں اور یہ ذمہ داری بھی ہماری ہی ہے۔ آج کفار دین اسلام کو بدنام کرنے کے لیے طرح طرح کے گھٹیا انداز اپنا رہے ہیں، اسلامی شعائر اور نبی کریم ﷺ اور قرآن حکیم کی توہین کی جارہی ہے، ہم مسلمانوں کا فرض بنتا ہے کہ ہم نبی پاک ﷺ کی سُنتوں کو اپنا کر اپنے دین کا بول بالا کریں۔ رسول ﷺ نے فرمایا ''جس نے کسی قوم کی نقالی کی وہ انہی میں سے ہے'' (ابوداؤد) اور فرمایا ''جس نے ہمارے اغیار کی مشابہت اختیار کی وہ ہم میں سے نہیں ہے، نہ مشابہت کرو، یہودیوں کی اور نہ مشابہت کرو عیسائیوں کی''۔
(صحیح لجامع الصغیر الالبانی: ۵۴۳۴ السلسلہ الاحادیث الصحیحہ: ۲۱۹۴)

دورِ حاضر میں ہم کافروں کے اطوار اپنانے میں فخر محسوس کرنے لگے ہیں، ہیلو ہائے کا کلچر، طرزِ تعمیر، بائیں طرف کی ٹریفک، میز پر کھانے کا رواج، انگریزی زبان بڑے فخر سے بولنا، تقریبات میں غیر مسلموں کے رسوم و رواج اختیار کرنا، مختلف ڈے منانے کا مرض، حلیہ، لباس، جوتے، فیشن پرستی، عورتوں کو ہر شعبے میں گھسیٹ لانے کا جنون، اسکولوں کا نظام، مخلوط نظامِ تعلیم، مختصر یہ کہ ہم دعویٰ تو رسول اکرم ﷺ سے محبت کا کرتے ہیں لیکن ہماری پوری عملی زندگی، ہماری عادات، حرکات وسکنات، ہماری روزمرہ استعمال کی چیزیں سب چیخ چیخ کر ہم سے سوال کرتی ہیں کہ یہ انداز محبت کیسا ہے؟ ہم اپنے دشمنوں کی عادات کو اپنا کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم عاشقِ رسول ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں'' (مسلم، بخاری: ۵۸)

شرعی محبت خود بخود پیدا نہیں ہوتی، یہ تو اپنے اندر پیدا کرنی پڑتی ہے آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی سنت، عادات و اطوار، روایات کو دل سے اپنایا جائے اور اسی طرح شرعی نفرت بھی پیدا کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ دشمن کی ہر چیز سے نفرت کی جائے۔

دشمن تو دن رات مسلمانوں کو تباہ و برباد اور ذلیل و خوار کرنے کے لیے تگ و دو میں مصروف ہے، افغانستان، عراق، کشمیر، فلسطین

---

عمارتوں میں حرام مال لگانا بنیاد کی خرابی ہے

غرض یہ کہ دنیا کے بیشتر حصوں میں نبی ﷺ کے معصوم امتیوں کے خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے۔ کبھی قرآن حکیم کے اوراق جلائے جاتے ہیں تو کبھی زمین پر پھینکا جاتا ہے۔ کبھی ٹائیلٹ میں استعمال کیا جاتا ہے تو کبھی نبی پاک ﷺ اور امہات المؤمنینؓ کو نعوذ باللہ عیاش ثابت کرنے کے لیے کارٹون بنائے جاتے ہیں۔ دراصل یہ سب دین اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے ردِ عمل میں بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔

مسلمانوں کے علاوہ تمام کفار وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی (البقرہ ۱۶۱) ان سے برأت اور بیزاری کا اظہار کیا، (التوبہ) انہیں مغضوب اور گمراہ کہا (الفاتحہ: ۷) ان سے تمام انبیاء کرامؑ نے بے زاری کا اعلان کیا اور انبیاء نے ان کی ہلاکت کی دعائیں کیں (نوح: ۲۸) یہودی، عیسائی، ہندو، مجوسی اور دیگر تمام کفار و مشرکین رب کائنات کے باغی اور منکر ہیں، اتنے گندے، ناپاک، ملعون، اللہ کے غضب کا شکار لوگوں سے نمٹنے کا واحد رستہ شریعتِ نبوی ﷺ کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس.....!

ہم آج کفار کو اپنا دشمن جاننے کی بجائے ان کے حقیر و ذلیل ڈالر حاصل کرنے کے لیے اپنا تن من دھن، عزت و آبرو سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں، ان کی مصنوعات خرید کر ان کی معیشت کو مضبوط بناتے ہیں جس سے وہ مزید اسلحہ تیار کر کے ہم مسلمانوں کے خلاف مضبوطی اور طاقت حاصل کریں۔ اس کے علاوہ کافروں کی مصنوعات اپنے ساتھ کافرانہ تہذیب، کافرانہ رسم و رواج اور کافرانہ عادات بھی لے کر آتی ہیں۔ ہمارے بدلتے اور بگڑتے ماحول میں سب سے زیادہ ہاتھ کافروں کی انہیں مصنوعات اور ان کے تشہیری انداز کا ہے۔ ان کی چیزیں استعمال کر کے ہم حلال و حرام کی تمیز سے بیگانہ ہوتے جارہے ہیں۔ کافر حیا باختہ لوگ ہیں اور اسلام کی بنیاد ہی شرم و حیا پر ہے، سچ پوچھو تو کافروں کی تہذیب کو اپنانے سے ہمارے ذہنوں پر اُن کی تہذیب نقش ہوگی یا اسلام کی؟

آج عیسائیوں کے ملکوں اور یہودیوں کی کمپنیوں میں ملازمت کے لیے مسلمانوں کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ اپنی تعلیمی اور دماغی صلاحیتوں سے کافروں کو فائدہ پہنچانے میں عزت و فخر محسوس کرتے ہیں۔ جب تک ہم مسلمان قوم قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرنے پر گامزن رہے تو امام مالک بن انسؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، امام ابن جوزیؒ، امام ابن حجرؒ جیسے بلند پایہ

محدثین، محمد بن قاسم، طارق بن زیادہ صلاح الدین ایوبی، شہاب الدین غوری، اورنگ زیب عالمگیر جیسے غیور، جری اور ایمان دار حکمران و سپہ سالار اور بوعلی نصر، جابر بن حیان، ابوالہیثم، ابوبکر اور اس جیسے مادی علوم کے ماہر وموجد پیدا ہوتے رہے۔

مگر افسوس! آج نبی ﷺ کے امتی کیمبرج اور آکسفورڈ کے شیطانی نظامِ تعلیم کی پُرفریب عمارت کے جال میں قید ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس کے نصاب میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو توڑ موڑ کر پڑھایا جاتا ہے، کافروں کی تعریف کے قصیدے مسلمان بچوں کو ازبر کرائے جاتے ہیں، عیسائی کرداروں کے نام بچے رات بھر جاگ کر رٹتے ہیں۔ عشق معشوقہ، والدین اور بزرگوں کے ساتھ اکڑنے، اسلام سے بغاوت وفرار، اخلاقیات سے عاری، حقوق ادا کرنے سے پہلو تہی، اقدار و روایات سے اعراض پر مبنی کہانیاں اور مضامین پڑھا پڑھا کر مسلمان بچوں کی حیاو وقار کو خود مسلمان والدین اپنے ہاتھوں سے تار تار کر رہے ہیں۔ استاد بچوں کے لیے نمونہ یا ماڈل ہوتا ہے۔ جن بچوں کو عیسائی، یہودی یا دہریے استاد ملیں وہ سنت سے محبت کرنے والے اور نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرامؓ کی شخصیات کو اپنا بہترین انتخاب اور نمونہ عمل سمجھنے والے ہوں گے یا پھر کفار و مشرکین کو؟ وہ اپنے مشاہیر محدثین، علماء وفقہا اور سائنس دانوں کے بجائے کافروں کے ویلنٹائن، سانتا کلاز اور ان کے فلمی ایکٹروں، بھانڈوں، میراثیوں اور کھیل کود کر وقت ضائع کرنے والوں سے خوب واقف ہیں۔ کارٹون کلچر تو حاوی کر دیا گیا ہے۔

ان تمام مسائل کا واحد حل دینِ اسلام سے وابستگی ہے جس کا عملی طریقہ سیرتِ محمد ﷺ پر عمل کے سوا کچھ نہیں، جو اقوام اور افراد اپنے دشمن کو نہیں پہچانتے، ان کی چالوں کو نہیں جانتے، ان سے نفرت نہیں کرتے، ان سے دشمنی نہیں کرتے، وہ آخر کار اپنے دشمن کے ہاتھوں نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے دشمن کو پہچانیں اور اپنے بچوں کو بھی اس کی پہچان کروائیں۔ نبی اکرم ﷺ کے گستاخ کفار و مشرکین سے عداوت کا وطیرہ اپنائیں اور بچوں کو بھی یہی سکھائیں۔ حُبِ رسول ﷺ کا یہی تقاضا ہے۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو شخص انہیں دوست بنائے گا اس کا شمار بھی انہیں میں سے ہوگا، یقیناً اللہ ایسے ظالموں کی راہنمائی نہیں فرماتا۔" (المائدہ:۵۱)

☆☆.....☆☆.....☆☆

آپ ﷺ کے رفقاء نے آپ ﷺ کے لیے ایسی جانثاری کا ثبوت دیا جس کی مثال دنیا میں اور کہیں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کے ہم نشیں آپ ﷺ سے اس حد تک محبت کرتے تھے انہیں گوارا نہ تھا کہ آپ ﷺ کو خراش تک آجائے، خواہ اس کے لیے انہیں جان کی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ قدرت کی طرف سے جن کمالات سے آپ ﷺ کو نوازا گیا تھا کسی اور کو نہ نوازا گیا۔ بڑی عاجزی و انکساری کے اعتراف کے ساتھ آپ کے جمال و کمالات کا تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

## حلیہ مبارک:

چمکتا رنگ، تابناک چہرہ، خوبصورت ساخت، توندے پن کا عیب نہ گنجے پن کی خامی، جمالِ جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سرگیں آنکھیں، لمبی پلکیں، بھاری آواز، لمبی گردن، سیاہ و سفید آنکھیں، سیاہ سرگیں پلکیں، باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو، چمکدار کالے بال، خاموش ہوں تو باوقار، گفتگو کریں تو پُرکشش، بات واضح اور دوٹوک مختصر نہ فضول، انداز ایسا کہ گویا موتی بکھر رہے ہوں، درمیانہ قد، مطاع و مکرم، ترش رو نہ لغو گو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''آپ ﷺ زیادہ لمبے تھے نہ زیادہ چھوٹے، درمیانہ قد کے تھے، بال گھنگریالے تھے نہ بالکل کھڑے کھڑے بلکہ دونوں کے بیچ بیچ کی کیفیت تھی۔ چہرہ کسی قدر گولائی لیے ہوئے تھا۔ رنگ گورا گلابی، آنکھیں سرخی مائل، پلکیں لمبی، جوڑوں اور مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی، سینہ سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر، بقیہ جسم بال سے خالی، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں پُرگوشت، چلتے تو قدرے جھٹکے سے پاؤں اٹھاتے یوں چلتے گویا ڈھلوان پر چل رہے ہیں، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے وجود کے ساتھ متوجہ ہوتے، دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی، سب سے زیادہ سخی دست اور

سب سے بڑھ کر جرأت مند، سب سے زیادہ صادق اور سب سے بڑھ کر عہد و پیمان کے پابند، سب سے زیادہ نرم طبیعت اور سب سے شریف ساتھی، جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا ہیبت زدہ ہو جاتا، جو جان پہچان کے ساتھ ملتا محبوب رکھتا۔ آپ کا وصف بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد آپ جیسا نہیں دیکھا۔

حضرت انسؓ بن مالک کا ارشاد ہے کہ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں اور رنگ چمکدار، خالص سفید نہ گندم گوں، حضرت براء کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا پیکر درمیانی تھا، دونوں کندھوں کے درمیان دوری تھی، بال دونوں کانوں کی لو تک پہنچتے تھے، میں نے آپ ﷺ کو سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے دیکھا، کبھی کوئی چیز آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہ دیکھی۔ پہلے آپ اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے اس لیے بالوں میں کنگھی کرتے تو مانگ نہ نکالتے لیکن بعد میں مانگ نکالا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی۔ لگتا تھا سورج آپ ﷺ کے چہرے میں رواں دواں ہے اور میں نے رسول ﷺ سے بڑھ کر کسی چیز کو تیز رفتار نہیں دیکھا، لگتا تھا زمین آپ کے لیے لپٹی جا رہی ہے۔ ہم تو اپنے آپ کو تھکا مارتے تھے اور آپ بالکل بے فکر۔

حضرت کعبؓ بن مالک کا بیان ہے جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو چہرہ دمک اٹھتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ آپ ﷺ کے آگے کے دونوں دانت الگ الگ تھے، جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور سا نکلتا دکھائی دیتا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حریر و دیباج نہیں چھوا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کوئی عنبر یا مشک یا کوئی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے بہتر ہو۔

حضرت ابو جحیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں آپ ﷺ کسی راستے سے تشریف لے جاتے اور آپ ﷺ

کے بعد کوئی اور گزرتا تو آپ ﷺ کے جسم یا پسینہ کی خوشبو کی وجہ سے جان جاتا کہ آپ ﷺ یہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔

مکارم اخلاق: آپ ﷺ فصاحت وبلاغت میں اپنی مثال آپ تھے، طبیعت کی روانی، لفظ کے نکھار، معانی کی صحت، فقروں کی جزالت اور تکلف سے دوری کے ساتھ ساتھ جوامع الکلم سے نوازے گئے تھے۔ آپ ﷺ کو مادر حکمتوں اور عرب کی تمام زبانوں کا علم عطا کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ ہر قبیلے سے اسی کی زبان اور محاوروں میں گفتگو کرتے تھے۔ آپ ﷺ میں بدویوں کا زور بیاں اور شہریوں کی شستگی وشائستگی جمع تھی۔ بردباری، قوت برداشت، درگزر اور مشکلات پر صبر جیسے اوصاف سے قدرت نے نوازا تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنے نفس کے لیے انتقام نہ لیا۔ آپ ﷺ سب سے بڑھ کر غیض وغضب سے دور تھے اور سب سے جلد راضی ہو جاتے تھے۔ جود وکرم کا وصف ایسا تھا کہ اس کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا، حضرت جابرؓ کا ارشاد ہے کہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ ﷺ نے انکار کر دیا ہو۔ شجاعت، بہادری اور دلیری میں بھی آپ ﷺ کا مقام سب سے بلند تھا۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ دلیر تھے، حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ جب جنگ کے شعلے خوب بھڑک اٹھتے اور زور کا رن پڑتا تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ حیادار اور پست نگاہ تھے۔ جب آپ ﷺ کو کوئی بات ناگوار گزرتی تو چہرے سے پتا لگ جاتا۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ عادل، پاک دامن، صادق البیان اور عظیم الامانت تھے۔ اس کا اعتراف آپ ﷺ کے دوست دشمن سب کو ہے۔ نبوت سے پہلے آپ کو امین کہا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک بار ابوجہل نے آپ ﷺ سے کہا "ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے البتہ آپ ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اسے جھٹلاتے ہیں" اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: فانهم لايكذبونك ولكن الظلمين بايت الله يجحدون (۶، ۳۳)

"یہ لوگ آپ ﷺ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں"۔

دعا کبھی بے کار نہیں جاتی، البتہ قبول ہونے کی صورتیں مختلف ہیں۔

# نبی کریم ﷺ کی عظمت اور ماہ ربیع الاول کے تقاضے

وقال اللہ عزوجل: وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

ترجمہ: اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کیا۔

ارشاد نبوی ہے: "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" آپ میں سے کوئی بھی کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والد، بیٹے اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

قرآن کی عیاں صورت ہے آپ ﷺ کی سیرت
سچائی سے عاری ہے جو اس سے ہے بیگانہ
صدیق وعمر میں ہے، عثمان وعلی میں ہے
وہ سوز کہ جس میں پھر جل جاتا ہے پروانہ

عظمت رسول ﷺ کا خوبصورت موسم ماہ ربیع الاوّل ہے ماہ ربیع الاوّل آپ ﷺ کی تشریف آوری اور ولادت کا مہینہ ہے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ماہ ربیع الاول صرف ولادت کا مہینہ نہیں بلکہ رسالت کا مہینہ بھی ہے اور ہجرت کا مہینہ بھی اور رحلت کا مہینہ بھی فرق اتنا ہے کہ ولادت باعث خوشی ہے، رسالت اور ہجرت اور رحلت آزمائش ہی تھے لیکن فوائد سے خالی نہیں۔

☆ ولادت باسعادت سے ہمیں حریت وآزادی ملی۔
☆ رسالت سے ہمیں شریعت اور سیرت ملی۔
☆ ہجرت سے ہمیں نصرت اور جہاد کا پیغام ملا
☆ رحمت کائنات ﷺ کی جدائی اور رحلت سے ہمیں نظام خلافت ملا۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی میلاد سے شروع ہوئی اور سیرت پر ختم ہوئی میلاد کے معنی ہیں نبی کریم ﷺ کی پیدائش اور سیرت کا معنی ہے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے حالات۔

میلاد منائی جاتی ہے اپنائی نہیں جاتی اور سیرت اپنانے کی چیز ہے منانے کی نہیں، جو چیز منائی جاتی ہے اُسے جشن کہتے ہیں اور جو چیز اپنائی جاتی ہے اُسے مشن کہتے ہیں، جشن منانا مردہ قوموں کا کام ہے اور مشن اپنانا زندہ قوموں کا کام ہے، رشتہ قائم کرتے وقت ولادت کو نہیں دیکھا جاتا ہے بلکہ سیرت کو دیکھا جاتا ہے۔

لہٰذا نبی کریم ﷺ کی زندگی میں سے اصل چیز سیرت ہے سیرت کے اپنانے میں ہی کامیابی ہے نہ کہ منانے میں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سیرت کو اپنایا کبھی منایا نہیں..... اللہ رب العزت ہمیں بھی سیرت رسول ﷺ کو کماحقہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

---

اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دونوں جہاں کے لیے رحمت کا پیغام لے کر بھیجا تھا۔ آپ ﷺ نے مٹی کے ذرّوں، پانی کے قطروں، اُمنڈتے بادلوں، چڑھتی گھٹاؤں، کوندتی بجلیوں، زمین کی پستیوں، پہاڑ کی بلندیوں، خشکیوں اور تریوں میں خدا کے جلوے انسان کو دکھائے۔ سرورِ عالم ﷺ نے دشمنوں پر اخلاق کے اسلحے سے فتح پائی، کردار کی حلاوت سے دل موہ لیا۔ دوستوں کو اپنی دلفریب، تعلیم وتربیت سے اچھا جاں نثار بنایا۔

انسانوں میں سے مال، نسل اور رنگ کے بھید بھاؤ کو یکسر مٹا دیا، حسب ونسب کے بُت کو پاش پاش کیا۔ اونچ نیچ کے فرق کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نیست ونابود کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سارے انسان آدم وحوا کی اولاد ہیں جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سارے انسان آدم وحوا کی اولاد ہیں جو آپس میں بھائی بھائی کی طرح ہیں۔ کسی کو کسی دوسرے پر عہدہ، مال اور وطیت کی بناء پر کوئی بڑائی حاصل نہیں۔ بڑائی کا معیار تو آدمی کا اپنا کردار ہے نہ کہ اس کی ظاہری دلفریبی۔

بڑا درحقیقت وہ ہے جو خدا کا فرماں بردار ہے، چھوٹا وہ جو خدا کا نافرمان ہے۔ رحمت للعالمین نے عملی زندگی میں یہ سب کچھ کر دکھایا۔ وقت پر آپ ساتھیوں کے ساتھ خندق کھودتے، ٹوکری اٹھاتے، لکڑیاں جمع کرتے، اپنے جوتے کی خود مرمت کرتے، خود دودھ دوہتے، بازار سے سودا سلف لے آتے اور پڑوسیوں کا کام اکثر کر دیا کرتے۔

ایک سفر میں آپ کے ساتھیوں نے اپنے درمیان کام تقسیم کیا، سرورِ کونین ﷺ نے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! ہماری موجودگی میں آپ زحمت فرمادیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے پسند نہیں کہ میں تم میں ممتاز بن کر رہوں، خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ساتھیوں میں ممتاز بن کر رہے۔

آپ ﷺ شفقت ومہربانی کا نمونہ تھے، حضرت انس بن مالکؓ آپ ﷺ کے

خادمِ خاص بیان کرتے ہیں کہ میں دس سال تک حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں رہا۔لیکن آپ ﷺ نے میری کسی نقصان کی بات پر اُف تک نہیں فرمایا۔ نہ کبھی کسی کام کی بابت فرمایا کہ کیوں کیا۔ نہ کسی کام کے نہ کرنے کی وجہ دریافت فرمائی کہ کیوں نہیں کیا۔ آپ اخلاقِ حسنہ کے اعلیٰ کے اعلیٰ مقام پر تھے۔

ام سلمہ بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک بار خادمہ کو بلایا، اس نے آنے میں دیر کردی، چہرۂ مبارک پر غصہ نمودار ہوگیا۔ ام سلمہؓ نے پردہ سے جا کر دیکھا تو خادمہ کھیل رہی تھی، اس وقت آپ کے دستِ مبارک میں ایک مسواک تھی، مخاطف ہو کر فرمایا اگر قیامت کے دن مجھے بدلہ کا ڈر نہ ہوتا تو اس مسواک سے تیری خبر لیتا۔

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے درجات بلند ہوں، اس کو چاہیے کہ وہ اس آدمی کو معاف کرے جس نے اس پر ظلم کیا ہو اور اس کو دے جس نے اس کو نہ دیا ہو۔ اس کے ساتھ رشتہ جوڑے جس نے اس سے رشتہ توڑا ہو، اور اس کی بات برداشت کرے جس نے اس کو بُرا کہا ہو۔

سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا وہ لوگ اللہ کی رحمتِ خاص سے محروم رہیں گے جن کے دلوں میں دوسرے آدمی کے لیے رحم نہیں ہے۔ جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتے، آپ ﷺ نے فرمایا رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔تم زمین والوں پر رحم کر آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا تم سے خوش ہوگا عرشِ بریں پر

جنگِ بدر کے موقع پر گرفتار قیدیوں میں آپ کا ایک بدترین دشمن سہیل بن عمرو تھا جو شعلہ بیان مقرر تھا جو اپنی جادو بیانی سے مجمع کو مسحور کر لیتا اور تمام مجمعوں میں آپ کے خلاف بیہودہ تقریریں کرتا تھا۔ اس کے متعلق حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ اس کے نیچے کے دو دانت اکھڑوا دیئے جائیں تا کہ پھر آئندہ جوشِ تقریر ماند پڑ جائے اور ہرزہ گوئی سے باز آجائے، یہ سُن کر پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا خدا مرا چہرہ قیامت میں بگاڑ دے گا اگر چہ میں خدا کا رسول ہوں۔

آپ کے جانی دشمن وحشور بن حارث نے ایک بار آپ کو تنہا پا کر تلوار سونت لی، اس کا ناپاک خیال تھا کہ آج محمد ﷺ کا خاتمہ کر دیا جائے، وار کرنا ہی چاہا تھا کہ تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی، آپ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا وحشور چلے جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

مشہور واقعہ ہے کہ گرمی کے زمانہ میں آپ سفر میں تھے، تپتی گرمی سے بچنے کے لیے

ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمانے لگے، صحابہ کرام کچھ فاصلہ پر لیٹے ہوئے تھے۔ دشمن تاک میں تھا۔ آکر آپ کو گستاخی کے ساتھ بیدار کیا اور کہا محمد ﷺ بتاؤ؟ آج تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا، اللہ، تسلی بھرے اس جواب سے دشمن گھبرا گیا چکرا کر گر پڑا، تلوار ہاتھ سے گر گئی، ظلم کا پنجہ کمزور ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے تلوار اٹھائی اور ارشاد فرمایا۔ اب بتا تجھے کون بچائے گا؟ وہ کانپنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ، چلے جاؤ میں بدلہ نہیں لیتا، میں معاف کرتا ہوں۔

بہار بن اسود جو ایک طرح سے حضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا قاتل تھا۔ ہوا یہ کہ صاحبزادی محترمہ ہجرت کر کے مدینہ جا رہی تھیں۔ بہار نے اونٹ کو نیزہ مارا اس پر آپ سوار تھیں، اونٹ بدک کر دوڑا، حضرت زینبؓ اونٹ سے زمین پر گر پڑیں، آپ حاملہ تھیں، حمل ساقط ہو گیا جس کے اثر سے آخر عمر تک بیمار رہیں۔ یہ پُرسوز واقعہ حضرت محمد ﷺ کے لیے اذیت ناک تھا۔

فتح مکہ کے بعد اس نے چاہا کہ میں ایران بھاگ جاؤں، کچھ سوچ کر وہ دربار رسالت پناہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں بھاگ کر ایران جانا چاہتا تھا۔ لیکن آپ کا رحم و کرم یاد آیا۔ اب میں حاضر ہوں، میرے متعلق جس جرم کی خبر آپ تک پہنچی ہے وہ سچ ہے۔ میری جہالت کو معاف کر دیجئے اور میرا اسلام قبول کر لیجیے۔ آپ ﷺ نے اس کو بھی معاف فرما دیا۔ یہی وہ فراخدلی اور وسعتِ ظرفی تھی کہ جو کل تک آپ کے جان لیوا تھے وہ جاں نثار اور آپ کی تحریک کے پاسبان اور متوالے ہو گئے۔

آئے بہت پاک و مکرم بن کر
آیا نہ کوئی رحمتِ عالم بن کر

☆☆.....☆☆.....☆☆

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ ایک پہاڑ پر چڑھے پہاڑ جنبش کرنے لگا، آپ ﷺ نے پہاڑ کو پاؤں مبارک سے ٹھوکر مار کر فرمایا ٹھہر جا کہ تیری پشت پر اس وقت ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے، ایک شہید ہے۔
(مسند ابن حنبل، صحیح بخاری و مسلم)

☆☆.....☆☆.....☆☆

English ..... اردو ..... عربی

| | | |
|---|---|---|
| What is the name of our Prophet peace be upon him? | ہمارے نبی ﷺ کا نام کیا ہے؟ | مَا اسْمُ نَبِيِّنَا ﷺ |
| His name was Muhammad peace be upon him. | نبی کریم ﷺ کا نام محمد ﷺ تھا۔ | كَانَ اِسْمُهُ الشَّرِيْفُ مُحَمَّدٌ ﷺ |
| Where our Prophet Muhammad peace be upon him was born? | ہمارے نبی کریم ﷺ کہاں پیدا ہوئے تھے؟ | اَيْنَ وُلِدَ نَبِيُّنَا ﷺ؟ |
| Born Prophet Muhammad Peace be upon him on Makkah Mukarima. | ہمارے نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے | وُلِدَ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ ﷺ بِمَكَّةَ الْمُكَرَّمَةِ |
| Who breastfed Messenger of Allah peace be upon him? | نبی کریم ﷺ کو کس عورت نے دودھ پلایا؟ | مَنِ الَّتِيْ اَرْضَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ |

اصل مجاہد وہ ہے جو خدا کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کرے

| | | |
|---|---|---|
| Breastfed Halima Saadia ibn Abi Dhu'ayb. | حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہ نے دودھ پلایا تھا۔ | اَرْضَعَتْهُ حَلِيْمَةُ بِنْتِ اَبِىْ ذُوَيْبِ السَّعْدِيَّةِ |
| What Miracle was seen by the mother of prophet (PBUH) | نبی کریم ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب نے بطور کرامت کیا چیز دیکھی جب نبی کریم ﷺ کے لیے حاملہ ہوئی تھی؟ | مَاذَارَاَتْ اُمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اٰمِنَةُ بِنْتِ وَهْبٍ مِنْ شَاْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَمَا حَمَلَتْ بِهٖ؟ |
| When Became pragnant i saw in dream mahallaat Basra in syria and i never felt such east pragnancy before. | فرماتی ہیں کہ جب میں حاملہ ہوئی تو مجھے خواب میں سرزمین شام کے بصریٰ علاقے کے محلات نظر آئے اور میں نے اس سے پہلے کوئی ہلکا اور اس سے آسان ترین حمل نہیں دیکھا۔ | قَالَتْ اُضَا لِىَ قُصُوْرُ بُصْرٰى مِنْ اَرْضِ الشَّامِ. وَمَارَاَيْتُ مِنْ حَمْلٍ قَطُّ اَخَفَّ عَلَىَّ وَلَا اَيْسَرَ مِنْهُ |

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆


☆.....رشتے بغیر رجسٹریشن فیس میچ کروائیں!.....☆

.....بے شک جوڑے آسمانوں پہ بنتے ہیں.....

آل پنجاب سے ہر قسم کے اشخاص رابطہ کریں۔ لڑکے اور لڑکیوں کے رشتوں کا با اعتماد ادارہ۔ فرسٹ لیٹ میرج/ سیکنڈ میرج/ اچھی کلاس کے رشتے میچنگ کے لیے ہمارے ساتھ رابطہ کریں۔

Cell:-0333-4234004,0302-6889992


اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے

بچوں کا صفحہ اتحاد

# حضور ﷺ کے بچوں سے محبت اور شفقت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات اقدس کو تمام جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کی رحمت عام ہے یعنی ہر ایک کے لیے، ہر زمانے، ہر جگہ کے لیے، آپ ﷺ کی رحمت سے سب کو حصہ ملا، خصوصاً عورتوں اور بچوں کو، بچوں کے حقوق، تعلیم و تربیت، بچوں کی نگہداشت کی نہ صرف خصوصی تعلیم و ترغیب فرمائی بلکہ اپنے قول و فعل سے یہ ثابت فرمایا کہ آپ ﷺ بچوں سے بے پناہ محبت و شفقت رکھتے تھے۔

ظہور اسلام سے قبل اہل عرب میں ایک عرصہ تک نومولود بچیوں کے قتل کا بہیمانہ فعل مروج تھا اور اہل عرب کا نظریہ قتل یہ ہوتا تھا کہ بچیوں کی پیدائش اُن کے نام و ناموس اور قبائلی عزت و شہرت کے لیے بے عزتی کا باعث ہے اس لیے بچیوں کو پیدائش کے فوراً بعد یا تو مار دیا جاتا تھا یا زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور کتنی مائیں ایسی ہوتی تھیں جو اپنی لخت جگر کو جی بھر کر دیکھ بھی نہ پاتی تھیں کہ اس کے گھر کا سربراہ (بچی کا والد) خود اپنے ہاتھوں ممتا کی گود خالی کر دیتا تھا۔ عورت (ماں) اس قدر بے بس ہوتی کہ وہ آہ و فریاد بھی نہ کر پاتی اور صبر کا تلخ گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ ایسے میں اُن بے بس ماؤں کی دعائیں اور قتل ہونے والی معصوم بچیوں کی آہ و زاری نے شفقت ربانی کو دستک دی، رحم کی صدائیں گونجیں اور رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اللہ کریم نے بے بس ماؤں کی گودوں کو سلامت رکھنے کے لیے آپ ﷺ کو رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔

آپ ﷺ کی تعلیمات کا عرب پر اس قدر گہرا اثر پڑا کہ وہ لوگ جو بچی کی پیدائش کو اپنے لیے بے عزتی کا باعث سمجھتے تھے، اپنے کیے پر شدید نادم ہوئے اور آپ ﷺ کے حضور حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافیاں مانگیں اور آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواستیں کی اور آئندہ کے لیے اس گھناؤنے فعل سے تائب ہوئے۔ معصوم بچیوں پر آپ ﷺ کی شفقت اور محبت کا یہ بہترین اسلوب تھا۔

گویا آپ ﷺ نے عرب اور کرۂ ارض میں پیدا ہونے والی نومولود بچیوں کی زندگیوں کی طبعی موت تک کے لیے ضمانت دے دی اور بچیوں اور ان کی ماؤں کو اپنے سائبان رحمت میں پناہ دے دی۔ آپ ﷺ نے بچوں کی عزت و اکرام، تعلیم و تربیت شفقت و مہربانی کے لیے جو تعلیمات فرمائی ہیں

وہ اس قدر جامع اور نافع ہیں کہ اگر صحیح معنوں میں ان پر عمل کیا جائے تو یقیناً ہمارے بچے اسلامی اقدار کی اُس اعلیٰ اخلاقی سطح اور مراتب تک پہنچ سکتے ہیں جس کی ہمیں اور ہمارے معاشرے کو اشد ضرورت ہے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ اکثر والدین نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کو نظر انداز کر دیتے ہیں جب کہ اچھی خوراک، شاندار لباس اور تمام سہولیات مہیا کرتے ہیں لیکن بچوں کے دینی معاملات، جذبات، احساسات اور ذہنی کیفیات کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور بچوں کے والدین سے خصوصی توقعات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس سے بچوں کی شخصیت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے چھوٹوں (بچوں) اور اپنے کم عمروں پر رحم کرنے کی تاکید کے ساتھ تعلیم فرمائی ہے اور چھوٹوں کے ساتھ بڑوں کی عزت کا بھی بھرپور خیال رکھا ہے اور ان حقوق کی ترغیبات میں یہاں تک فرمایا کہ جو ایسا نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں یعنی میری اُمت میں سے نہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر اس کے دو حصے کیے ایک حصے کا میرا کرتا بنایا اور دوسرے حصہ سے میرے لیے شلوار بنائی اور مجھے آپ ﷺ کے پاس لے گئیں اور آپ ﷺ سے کہا اے اللہ کے نبی! یہ میرا بیٹا انس بن مالک ہے اور آپ ﷺ کے خیر خواہوں میں سے ہے۔ میں اسے آپ کی خدمت کے لیے آپ کے پاس چھوڑنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ اس کے لیے دعا فرما دیں کہ اس کے مال اور اولاد میں برکت و کثرت ہو۔

چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت انس بن مالکؓ کے لیے مال و زر و اولاد کی کثرت کی دعا فرمائی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بچوں پر نبی پاک ﷺ کی طرح محبت اور شفقت فرمانے والا اور کوئی نہیں دیکھا اور آپ ﷺ کی دعاؤں اور شفقتوں کی یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بے پناہ مال و زر بھی عطا فرمایا اور اولاد کثیر بھی۔ آج میری اولاد کی تعداد سو (۱۰۰) ہے۔

اس لیے بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت انسؓ اپنے پوتوں سے اکثر کو نہیں پہچانتے تھے اور جب شام کو حضرت انسؓ بچوں سے کہتے کہ اب شام ہو چکی اپنے اپنے گھروں کو جاؤ تو اُن کے پوتے کہتے ہم آپ کے پوتے ہیں اور یہی ہمارا گھر ہے۔

بچوں پر آپ ﷺ کی شفقتوں اور محبتوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت زید بن حارثؓ جو آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے کہتے ہیں کہ بچوں کے حقوق کے تحفظ کی آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ گھر میں جب بھی کوئی پھل یا کھانے کی چیز

لائی جائے تو سب سے پہلے گھر میں موجود سب سے چھوٹے بچے کو دی جائے۔

آپ ﷺ ان کے جذبات اور احساسات کا بڑے اہتمام کے ساتھ خیال رکھتے تھے اور جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو گلی کے تمام بچے اُچھلتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس جمع ہو جاتے۔ آپ ﷺ رک جاتے اور ہر بچے کو باری باری اوپر اُٹھاتے، پیار کرتے، گال سہلاتے اور دعائیں دیتے اور بچوں کو کھیلتے ہوئے پیار سے دیکھتے رہتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔

اپنے نواسوں، سیدنا حضرت امام حسینؓ کے بارے میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو کوئی ان سے محبت کرے تو بھی اُس سے محبت کر" ابن سعد نے حضرت ابن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ:

"حضرت حسنؓ سے آپ ﷺ کو اس قدر محبت تھی کہ آپ ﷺ جب نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو اکثر و بیشتر حالت سجدہ میں حضرت حسنؓ آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک پر بیٹھ جاتے اور جب تک حضرت حسنؓ خود نیچے نہ اُتر جاتے آپ ﷺ سجدہ میں ہی رہتے۔

ترمذی شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ کون عزیز ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "حسن اور حسینؓ"

صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو منبر پر اس طرح جلوہ افروز دیکھا کہ آپ ﷺ کے پہلو میں حضرت حسنؓ تشریف فرما تھے آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسنؓ کی طرف اور ارشاد فرمایا کہ میرا بیٹا سید ہے اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے اختلافات ختم ہوں گے اور مسلمانوں میں صلح ہوگی۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نماز عید ادا کرنے جا رہے تھے دیکھا کہ راستے میں ایک بچہ رو رہا ہے، آپ ﷺ نے بچے سے پوچھا تم کیوں روتے ہو، کیا تمہارے پاس کپڑے نہیں، بچہ کہنے لگا کپڑے ہیں۔ پھر دوبارہ آپ ﷺ نے پوچھا کیا دوسرے بچے تمہیں ساتھ کھیلنے نہیں دیتے، وہ بچہ کہنے لگا یہ بات بھی نہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا پھر کیا بات ہے، بچہ کہنے لگا میرے والدین میں سے میرے سر پر دست شفقت رکھنے والا کوئی نہیں۔ آپ ﷺ اس کو اپنے ساتھ گھر لے آئے اور اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ محمد تمہارے باپ ہوں اور عائشہ تمہاری ماں ہو؟

آپ ﷺ بچوں کی حرکات و سکنات، عادات و خصائل کا بغور مطالعہ فرماتے تھے اور بچوں کے ہر انداز کا مشاہدہ فرماتے تھے اور

والدین کو بچوں کی خصوصی تعلیم و تربیت اور بچوں پر توجہ اور شفقت و مہربانی کی تعلیم فرماتے تھے، آپ ﷺ از خود بچوں میں گھل مل جاتے اُن کی کیفیات و نفسیات کو دیکھتے اور محسوس کرتے تھے اور پھر بچوں کے لیے دعائیں بھی فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مجھے بچوں کی پانچ عادات و خصائل بے حد پسند ہیں وہ یہ ہیں کہ: بے فکری کے ساتھ مٹی کے ساتھ کھیلتے ہیں، کھانے کی چیز کو آپس میں بانٹ کر کھاتے ہیں، کھیلتے کھیلتے جھگڑتے ہیں اور جلدی خود صلح بھی کر لیتے ہیں اور پھر سے کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ جھوٹ نہیں بولتے اور ایک دوسرے کے ساتھ کینہ اور بغض نہیں رکھتے۔

آپ ﷺ جب گھوڑے یا اونٹ کی سواری فرماتے تو اکثر و بیشتر حضرت حسنؓ آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہوتے کبھی آپ ﷺ کے سامنے اور کبھی پشت کی جانب چونکہ آپ ﷺ حضرت حسنؓ سے بے حد محبت اور شفقت فرماتے تھے اور اکثر سواری کی اس کیفیت میں ہوتے کہ سواری پر آگے حضرت اُسامہ بن زید بن حارثؓ اور پیچھے کے پیچھے حضرت حسنؓ تشریف فرما ہوتے اور کبھی حضرت حسنؓ آگے اور حضرت اُسامہؓ پیچھے کے ساتھ ہوتے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جہاں آپ ﷺ بچوں سے شفقت و محبت فرماتے تھے وہاں مساوات کا بھی بھرپور خیال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس مبارک عمل سے انسانیت کو ایک بہترین درس دیا ہے۔ اخوت اور مساوات کی تعلیم فرمائی ہے کہ بچہ بچہ ہوتا ہے خواہ وہ اپنا ہو یا کسی دوسرے کا جب معاملات کا وقت آئے تو اپنوں اور غیروں میں کوئی امتیاز نہ رکھا جائے، مساوات کی بنیاد پر سلوک روا رکھا جائے۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ جناب نبی کریم ﷺ کو حضرت حسنؓ سے بہت پیار تھا۔

آپ ﷺ کی بچوں سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک بار خبر ہوئی کہ ایک قصبہ میں ایک غیر مسلم بچہ شدید بیمار ہے اور جان کنی کی حالت میں ہے تو آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے، اہل خانہ سے اندر جانے اور بیمار بچے کا حال و احوال دریافت کرنے کی اجازت طلب فرمائی۔ اجازت ملنے پر گھر کے اندر تشریف لے گئے اور بچے کی عیادت کی۔ اس سے حال دریافت فرمایا اور بچے کے لیے دعا فرمائی۔

آپ ﷺ جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو بچے آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہوتے، وہ خوشی سے آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہو جاتے، آپ ﷺ سب بچوں کو باری باری اوپر اُٹھاتے، اُن کو پیار کرتے، ان کے گال

سہلاتے اور دعائیں دیتے تھے اور آپ ﷺ سب بچوں سے یکساں محبت کا برتاؤ رکھتے اور بچوں سے ہمدردی، دل لگی، صلح رحمی اور عفو و درگزر کی تعلیم فرماتے تھے۔

حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ: ''ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت حسنؓ کو اپنے دوش مبارک پر اُٹھائے ہوئے تھے کسی نے یہ دیکھا تو حضرت حسنؓ سے کہا صاحبزادے تمہاری سواری کتنی اچھی ہے تو یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ''سوار بھی کتنا اچھا ہے''۔

آپ ﷺ جہاں بچوں سے محبت و شفقت از خود فرماتے تھے وہاں بچوں کے معاملات اور حقوق کی ادائیگی میں بھی پورا اہتمام فرماتے۔ ایک بار آپ ﷺ اپنے قریب کے ایک گھر میں تشریف لے گئے، اس دوران گھر کی خاتون نے باہر کھیلنے والے بچے کو آواز دی اور کہا اندر آجاؤ میں تمہیں کھانے کے لیے کوئی چیز دوں گی۔ آپ ﷺ نے خاتون سے پوچھا کہ تم اس بچے کو کیا دینا چاہتی ہو اُس خاتون نے کہا خشک کھجور، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بچوں کو اس طرح بلانا کہ اُن سے یہ وعدہ کیا جائے کہ تمہیں فلاں چیز دی جائے گی اور پھر نہ دینا یہ جھوٹ ہے اور جھوٹ اللہ کو ناپسند ہے۔ مزید فرمایا کہ بچوں سے جو وعدہ کیا جائے وہ پورا کیا جائے اور انہیں ہرگز دھوکا نہ دیا جائے۔

آپ ﷺ نے بچوں سے محبت، شفقت غمگساری، ایثار و وفا کا جو عملی مظاہرہ فرمایا، وہ آپ ﷺ کے قلب اطہر کی وسعتوں سے ہے۔ آپ ﷺ نے ہر مقام پر بچوں سے خصوصی اُنس اور شفقت کا معاملہ فرمایا اور انسانیت کو یہ تعلیمات و ترغیبات فراہم فرمائیں کہ زندگی کے کسی بھی لمحہ میں بچوں کی دل آزاری نہ ہونے پائے اور یہاں تک فرمایا کہ کسی بھی بچے کے چہرے پہ کوئی ضرب نہ لگائی جائے اور جہاں تک ممکن ہو بچوں کے لیے محبت اور شفقت اور خیر خواہی کے جذبات اور عملی اقدامات رکھے جائیں۔ عام زندگی میں بچوں کی ترجیحات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو آپ ﷺ کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ اس سے نہ صرف اللہ اور آپ ﷺ کے احکامات کی روگردانی ہوتی ہے بلکہ بچوں کے اندر سرکشی اور بغاوت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اکثر والدین اپنے بچوں میں امتیازی رویہ اختیار کر لیتے ہیں، بیٹوں پر مخصوص توجہ اور اُن کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور بچیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن سے بچیوں کے اندر احساس کمتری بڑھتا ہے والدین سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور احکامات قرآن اور تعلیمات نبوی ﷺ سے انحراف کے منفی اثرات بھی والدین پر پڑتے ہیں، جن سے اجتناب کیا جائے۔

☆.....☆.....☆

# تکمیل معرفت سے محبت رسول ﷺ کی

انسان کو رب دو جہاں نے معرفت کے لیے پیدا کیا اور معرفت حقیقی اپنے پیارے رب کو پہچاننا ہے۔ رب کائنات نے اپنی معرفت کے لیے کچھ اصول و قواعد مقرر کیے ہیں جن کے بغیر معرفت حقیقی نہیں ہو سکتی۔ رب کائنات نے اپنی معرفت کے لیے محبت رسول کو شرط قرار دیا ہے۔ محبت رسول ﷺ کے بغیر معرفت کی تکمیل نہیں ہو سکتی اور اگر معرفت کی تکمیل نہیں ہوگی تو مقصد تخلیق ادھورا رہ جائے گا۔ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کی محبت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی اطاعت کو بھی شرط قرار دیا ہے تو گویا محبت و اطاعت لازم و ملزوم ہیں اور ان دونوں کے بغیر معرفت حقیقی کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی آمد سے ہر طرح سے دین کی تکمیل ہوگئی، ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہوگیا، دنیا میں خدا کا آخری پیغام پہنچ گیا، معمار قدرت اپنی عمارت میں آخری پتھر کو اپنی جگہ رکھ کر اپنی تعمیر پوری کر چکا، درجہ بدرجہ چاند اور ستاروں کے طلوع کے بعد وہ خورشید انور طلوع ہوا جس کے لیے غروب نہیں، طرح طرح کی بہاروں کے آنے کے بعد کائنات میں وہ سدا بہار موسم آگیا جس کے بعد پھر خزاں نہیں۔

سنت نبوی ﷺ کی فیروز مندیاں

رحمت ایزدی کا ابر بہار بن کر کوہ و دشت پر پھول برسانے لگیں۔ باغبان فطرت کی رکھوالی اور باغبان رحمت کی پرورش نے ایک ایسا چمن تیار کیا جس کی بہار کا تابناک اور روشن نظارہ آنکھوں نے دیکھ لیا، جس کی خوشبو نے ایک جہاں کو معطر کر دیا، جس کی چمک نے آنکھوں کو خیرہ کر دیا، جس کی مسکراہٹ سے مردہ دلوں کو جلا مل گئی، جس نے عرب کی وحشت کو رحمت میں بدل دیا، جس نے بے ترتیب اونٹ چرانے والوں کو زمانے کا والی بنا دیا، جس نے تہذیب و تمدن کی نئی روایت کی بنیاد رکھ ڈالی، تو بھلا ایسی ہستی کی محبت معرفت خداوندی کی تکمیل کی شرط کیوں نہ ٹھہرتی کہ جس ذات کی تعریف انہوں نے تو کی لیکن غیر بھی اس آفتاب نبوت کو محسن اعظم کہنے پر مجبور ہیں اور کیوں نہ کہیں۔

حضور ﷺ کی محبت و اطاعت معرفت خداوندی کی شرط اس لیے بھی ہے کہ آپ ﷺ کی ذات تو بے مثال ہے ہی لیکن آپ ﷺ کی تعلیمات بھی بے مثال اور لازوال ہیں، اتنی بے مثال تعلیمات کہ غیر مسلموں کی زبان بھی

---

جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اس کو ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں

اعتراف حق سے نہ رک سکی۔ چنانچہ:

مسٹر ایڈورڈ مونٹ پروفیسر السنہ شرقیہ جنیوا یونیورسٹی کہتے ہیں، آنحضرت ﷺ کو اصلاح اخلاق اور سوسائٹی کے متعلق جو کامیابی ہوئی اس کے اعتبار سے آپ کو انسانیت کا محسن اعظم یقین کرنا پڑتا ہے۔ (بحوالہ مقدمہ تاریخ ہند جلد ۲ صفحہ ۳۴۰)

مسٹر طامس کارلائل اپنی کتاب "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" میں لکھتے ہیں کہ صاف شفاف قلب اور پاکیزہ روح رکھنے والے محمد (ﷺ) دنیوی ہوا وہوس سے بالکل بے لوث تھے۔ ان کے خیالات نہایت متبرک اور ان کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے۔ وہ ایک سرگرم اور پُر جوش ریفارمر تھے۔ جس کو خدا نے گمراہوں کی ہدایت کے لیے مقرر کیا تھا۔ ایسے شخص کا کلام خود خدائی آواز ہے۔ محمد ﷺ نے انتھک کوشش کے ساتھ حقانیت کی اشاعت کی زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے مقدس مشن کی تبلیغ جاری رکھی، دنیا کے ہر حصے میں ان کے متبعین بکثرت موجود ہیں اور اس میں شک نہیں کہ محمد (ﷺ) کی صداقت کامیاب ہوئی۔

(بحوالہ عصر جدید (۱۸، اگست ۱۹۲۹)

لندن کا مشہور اخبار نیوز ایسٹ لکھتا ہے:

محمد (ﷺ) کی تعلیم و ارشاد کی قدر و قیمت اور عظمت و فضیلت کو اگر ہم تسلیم نہ کریں تو ہم فی الحقیقت عقل و دانش سے بیگانہ ہیں۔

یہ چند حوالہ جات آپ کی خدمت میں پیش کیے ورنہ سیکڑوں غیر مسلم مفکرین و مؤرخین نے آپ ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آقائے نامدار کی ذات و تعلیمات غیروں کی تعریف کی محتاج نہیں لیکن ذکر اس لیے کی جاتی ہیں کہ ہمیں احساس قلب نصیب ہو کہ غیر تو ہمارے محبوب کی تعلیمات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور ایک ہم ہیں کہ محبت کے دعوے دار ہو کر اس ذات بابرکت کی تعلیمات سے دور ہیں۔ احسان فراموشی کی اس سے بدترین مثال بھی کیا دنیا میں کوئی ہو سکتی ہے کہ بیگانے تو آنحضرت ﷺ کی تعلیم و ارشاد اور سنت کی قدر و قیمت کا اعلان کریں اور ہم غیروں کی صورت، سیرت، گفتار، کردار اور رسم و فیشن پر مفتون ہوں۔ افسوس! صد افسوس ہے اس برائے نام عشق و محبت کے جھوٹے دعوؤں پر۔ صرف عشق و محبت کے دعوؤں سے نہ ہی آقائے نامدار کی شفاعت ملے گی اور نہ معرفت حقیقی کی تکمیل ہوگی۔ بلکہ حضور کی حشر میں شفاعت و قربت کے لیے اور پروردگار عالم کی معرفت حقیقی کی تکمیل کے لیے محبت کے ساتھ اطاعت کا عنصر بھی شامل کرنا پڑے گا۔

تکمیل معرفت ہے محبت رسول ﷺ کی
ہے بندگی خدا کی اطاعت رسول ﷺ کی
تسکین دل ہے سرور کون و مکان کی یاد
سرمایہ حیات ہے الفت رسول کی

جو باتیں زیادہ کرتا ہے اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں

# ﷺ کے نام سرورِ کونین

مفتی محمد اسماعیل آذری

ماہِ ربیع الاوّل آتے ہی ہر جگہ سیرت کی محافل و مجالس، نعت و کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں۔ ہر جگہ آمنہؓ کے تاجدار، عبداللہ کے لختِ جگر، تاجدارِ مدینہ محمد مصطفیٰ ﷺ، احمدِ مجتبیٰ، سرورِ کونین ﷺ کی سیرت کے تذکرے شروع ہو جاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اہلِ زمین نہیں بلکہ کائنات کا چپہ چپہ اور ہر ہر فرد اس سے واقف ہے، ہر مخلوق کو اُن کی سیرت سے محبت ہے۔ خالقِ کائنات بھی اپنے محبوب ﷺ کی سیرت و کردار کو اپنانے والے کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں، چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" (سورۃ آل عمران، ۳۱)۔

جی ہاں! سیرتِ محمدی ﷺ کا تذکرہ آتے ہی دل جھوم جاتا ہے، محبت و عقیدت کے پھول کھل اُٹھتے ہیں، ویران زندگیاں سیرت کی فیضگی سے باغ و بہار ہو جاتی ہیں، چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی کروڑوں انسانوں کی کامیابی کے راز اس میں مضمر ہیں۔

مگر افسوس کہ اس ماہ میں تو خوب تذکرے ہوتے ہیں اور اس کے بعد خاموشی چھا جاتی ہے اور پھر سارا سال مسلمان اپنے نبی کی سیرت کو بھول جاتے ہیں۔ کاش ہم نبی ﷺ کی سیرتِ مقدسہ پر عمل کرتے اور رسوماتِ غیر شرعیہ چھوڑتے اور پورا سال اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی میں حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرتے تو یہ ہمارے لیے دونوں جہانوں میں کامیابی کا ذریعہ بنتا۔

جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ" (سورۃ احزاب، ۲۱)

چنانچہ یہی حاصلِ محبت میرے وجدان کو چودہ سو سال پہلے کی دنیا میں لے جاتا ہے، غارِ حرا کی تنگ و تاریک کوٹھڑی سے نبوت کی زبان پر (اقرا) کا ابدی پیغام جاری ہوتا ہے، اور پھر اُس عالمگیر پیغام کا غازہ مکہ کی گلیوں سے نمودار ہو کر عالمِ افق پر چھا جاتا ہے، دنیائے انسانیت کو اپنی اوقات کی معرفت ہوتی ہے، زندگی کی نئی جہتیں، پُرامن اور کامیاب رُخ متعارف ہوتے ہیں، حقوقِ آزادی کی

راہوں کو فراز ملتا ہے، پامال شدہ اقتدار کو پھر سے بحالی ملتی ہے، بسائے ذنب قسلت، کی صداؤں میں صفِ نازک جہالت کے شرمناک حصار سے باہر آتی ہے اور ربِ ذوالجلال کے جلیل القدر پیغمبر ﷺ "شاھدا و مبشرا و نذیرا" کی عملی تفسیر بن کر ہدایت کے چراغ روشن کرتے چلے جاتے ہیں۔ اخوت کا سورج چمکاتے چلے جاتے ہیں، شرافت کا گلشن مہکاتے چلے جاتے ہیں، عبادت، ریاضت، طہارت، سخاوت، شجاعت، دیانت، متانت، حکمت اور حریت فکر جیسی صفات حسنہ وجود مسعود کا "جز و لاینفک بن جاتی ہیں، یہ کس کی مہربانی ہے کہ ڈاکو پارسا بن جاتے ہیں، یہ کس کا احسان ہے کہ چور محافظ بن جاتے ہیں، یہ کس کی تربیت ہے کہ آپس کے ازلی دشمن "رحماء بینھم" کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں، یہ کس کی نظر ہے، جو مُردوں کو مسیحا کر دیتی ہے، ہاں ہاں؟ یہ وہی نگاہ ہے جس نے غارِ حرا سے دنیا کا تعاقب کیا اور اُسے اپنی پناہ میں لے لیا۔ سلام ہو اُس غارِ حرا پر جس سے ہادیِ عالم ﷺ کی نگاہِ کرم اُبھری، تو کسی نے کیا خوب کہا:

جب اپنا قافلہ عزم و یقین سے نکلے گا
جہاں سے چاہیں راستہ وہیں سے نکلے گا
حرا کی مٹی مجھے ایڑیاں رگڑنے دے
مجھے یقیں ہے کہ چشمہ یہیں سے نکلے گا

قارئین کرام! قعرِ ذلت میں گری ہوئی اقوام کو علم و فضل کے بامِ عروج پہ پہنچانا میرے نبی ﷺ کی سیرت کا درخشاں باب ہے۔ حضور (ﷺ) ایک سالارِ کارواں تھے جو بذاتِ خود منزل کا نشان ٹھہرے، آپ ﷺ امت کے لیے رحمت بنے اور اب بھی ان کی سیرتِ طیبہ تسکینِ روح و جان ہے اب بھی ان کی سیرتِ طیبہ بقائے دین و ملت ہے۔

جی ہاں! زمانوں کی صداقت زبانوں کی فصاحت، اور حاصلِ کرامت ہے۔ سیرت بیان کی ہے تو کائنات کی اُمّی سیدہ طاہرہ عائشہؓ نے اور کیا خوب بیان کی کہ کان خلقہ القرآن آپ ﷺ تو بذاتِ خود تفسیرِ قرآنی ہیں۔ میرے حضور ﷺ شمع وحدت ہیں۔ پیکرِ رحمت ہیں، نورِ ہدایت ہیں، دردِ محبت ہیں، میرے فروغِ حلقۂ امت ہیں، حرفِ ایمانی ہیں، عشقِ ربانی ہیں۔

وہیں وہ، جہاں کے دلوں میں ان کا گھر ہے
وہ ہے نور بھی خدا کا وہی عظمتِ بشر ہے

☆☆.....☆☆.....☆☆

جس کی لغزشیں زیادہ ہوجاتی ہیں اس کی حیا کم ہو جاتی ہے

محسن احسان کرنے والے کو کہتے ہیں، ہر کسی کا کوئی نہ کوئی محسن ہوتا ہے، کوئی کسی کو قوم کا محسن مانتا ہے، کوئی کسی کو اپنے خاندان کا محسن مانتا ہے۔ اسی طرح لوگ مختلف قسم کے محسن مانتے ہیں لیکن کائنات میں رب کائنات کے بعد ایک ہستی، ایک ذات، ایک شخصیت ایسی ہے جو کہ یقیناً محسنِ کائنات ہے اور وہ آدمی بے وفا ہوتا ہے جو اپنے محسن کے احسان بھول جائے۔ وہ جفا کرنے والا ہوتا ہے جو اپنے محسن کے احسان کو یاد نہ رکھے۔

امام الانبیاء، مقصودِ کائنات، جناب نبی کریم ﷺ کو محسن کائنات اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز پر آپ ﷺ نے احسان فرمایا۔ اس کائنات کا ذرہ ذرہ آپ ﷺ کا ممنونِ احسان ہے۔ اگر ہم امام الانبیاء (ﷺ) کے احسانات کو دیکھنا چاہیں تو آج سے چودہ صدیاں پہلے کی طرف نظر دوڑائیں کہ جب انسان انسانیت بھول چکا تھا، جب انسان میں حیوانی صفات پیدا ہو چکی تھیں، دل کی دنیا کفر و شرک سے آباد ہو چکی تھی۔ انسان اخلاقی طور پر مردہ ہو چکا تھا۔ ایک دوسرے کے خون سے کھیلنا اُن کا محبوب مشغلہ تھا۔ الغرض جس انسان کی خاطر اللہ نے اس نظام کائنات کو چلایا وہ بگڑ چکا تھا اور اس کے ظلم و ستم سے جانور بھی محفوظ نہ رہے تھے۔ یہاں تک کہ زندہ جانداروں کے جسم سے ٹکڑا کاٹ کر کھا لینا معمولی سمجھا جاتا تھا اور جانوروں کو باندھ کر اُن پر نشانہ بازی کی جاتی تھی، ہر طرف کا ماحول بری طرح بگڑ چکا تھا۔ نظام تہذیب و تمدن درہم برہم ہو گیا تھا۔ ہر ذی روح کا سکھ چین چھن گیا تھا۔ اب ہر چیز کو انتظار تھا کہ کوئی محسن آئے جو کائنات کے سکھ چین کو بحال کرے، ہرے زخموں کا مداوا کرے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑے، دلوں کو نفرتوں اور کدورتوں سے پاک کر کے محبتوں کے بیج بوئے۔ پھر وہ وقت آیا کہ ایک عظیم محسن کی آمد ہوتی ہے ؎

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی
وہ آئے جن کی آمد کے لیے بے چین فطرت تھی

بعثت سے پہلے ہی لوگ اس محسن کے احسانات سے مستفید ہونے لگتے ہیں۔ جو بھی اس محسنِ کائنات کے کردار کو دیکھتا ہے، پکار اٹھتا ہے "صادق و امین" یہاں تک کہ وہ وقت بھی آجاتا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو کے بعد حجرِ اسود رکھنے کے لیے باہم تنازع کی وجہ سے خونریزی تک نوبت پہنچ جاتی ہے مگر محسن اعظم کا دور اندیشانہ فیصلہ سب کو اتفاق کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔

---

جس نے زمانہ طلب علمی میں وفات پائی وہ شہید مرا

اُس محسن کائنات کا سب سے بڑا احسان انسانوں پر یہ ہوتا ہے کہ لاکھوں کے پجاریوں کو ایک وحدہٗ لاشریک کے ساتھ انسانیت کو کفروشرک کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر ان کے دلوں کو توحید کے نور اور ایک اللہ کی محبت سے بھر دیتے ہیں۔ وہ محسن اعظم نفوس کا ایسا تزکیہ کرتے ہیں کہ جو نفوس پہلے گھوڑ مقابلے میں گھوڑا آگے نکلنے پر آپس میں قتل وقتال پر اُتر آتے تھے مگر اب اپنی جان کی پروا نہیں صرف اپنے مسلم بھائی کی فکر اور خوشی کا طالب ہے۔ اسی ہی نے تو سبق دیا کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ اسی نے یتیموں کے سروں پر ہاتھ رکھا، غریبوں کے حقوق کا درس دیا اور سمجھایا کہ پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی مزدور کو مزدوری دے دی جائے۔ اسی محسن خلائق نے زندہ جانوروں کے عضو کاٹنے کو حرام قرار دیا اور اس عمل سے روک دیا جو کسی بھی ذی روح کے لیے تکلیف دہ ہو۔

اس محسن کائنات کے احسانات کو ہم شمار نہیں کر سکتے۔ یہ اُسی محسنِ کائنات کا احسان ہے کہ والدین کو محسنِ اولاد اور استاد کو محسنِ تلامذہ قرار دیا۔ اور والدین و استاد کے حقوق کی حفاظت کا حکم دیا۔ اسی ہستی ہی نے تو چھوٹوں بڑوں، کمزوروں، ضعیفوں کے حقوق بیان کیے۔

الغرض اُسی محسنِ اعظم کے احسانات رب ذوالجلال نے کلام لایزال میں جا بجا گنوائے۔ اور ایک مقام میں فرمایا کہ:

لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

ترجمہ: تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا، جو تکلیف مشقت تمہیں پہنچے وہ اس پر گراں بار گزرتی ہے۔ وہ تمہارے ایمان لانے پر بہت حریص ہیں اور مؤمنین پر انتہائی شفیق اور مہربان ہیں۔

دوستو! میری آپ کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس محسن کائنات کے احسانات کو یاد رکھیں اور اس کی اطاعت کریں۔ کیونکہ ہم پر ان کے احسان بے شمار ہیں۔ پیدا ہونے سے مرنے تک حتیٰ کہ قیامت کے روز بھی ہر کوئی نفسی نفسی کہتا ہوگا مگر آقا دو جہاں ﷺ امتی امتی پکار رہے ہوں گے..... امت کی دنیا و آخرت سنوارنے کے لیے انہوں نے ساری ساری رات سجدوں اور دعاؤں میں گزار دی۔ اور یوم جزا کے دن کے لیے شفاعت عظمیٰ بھی انہی کے حصے میں آئی۔ انہیں کے احسانات عرش تا فرش اور فرش تا حشر پھیلے ہوئے ہیں..... ہاں سچا محسن تو اپنا احسان نہیں جتلاتا مگر احسان مند کو چاہیے کہ احسانات محسن یاد رکھے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو اپنا محسن مانتے تھے اسی لیے تو اُن کو یاد رکھا اور ان کی ایک ایک ادا پر عمل کیا اور ہم تک پہنچایا، یہی وجہ ہے کہ آج ہم دین اسلام کے پیرو ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں بھی اس عظیم محسن کائنات کی سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

---

دعا کبھی بیکار نہیں جاتی، البتہ قبول ہونے کی صورتیں مختلف ہیں

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر جو امت کے لیے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑوں میں سوتا تھا
سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی
سلام اس ذات پر جس کے پریشانِ حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے
درود اس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل و جاں ہے
درود اس پر کہ جس کے خلق کی تفسیر قرآں ہے
درود اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی
درود اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی
درود اس پر کہ جو تھا صدر محفل پاکبازوں میں
درود اس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں

درود اس پر کہ جو ماہر کی امیدوں کا ملجا ہے
درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

☆☆☆

ذاتِ محمد ﷺ، شمعِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
جسم سراسر نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم
اس کا تجمل قریہ قریہ اس کی تجلی خانہ خانہ
اس کا تصرف عالم عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اس کا تبسم گلشن گلشن، اس کا ترحم باراں باراں
نقشِ قدم تا عرشِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم
شام نے اس دہلیز سے پائی خواب کی لذت قلب کی راحت
صبح نے مانگی نور کی جاجم صلی اللہ علیہ وسلم
ذات ہے اس کی حق کی گواہی قول ہے اس کا قول الٰہی
اس کا ہر پیغام ہے محکم صلی اللہ علیہ وسلم
شمع عجم ہے، ماہِ عرب ہے، روحِ علوم و امی لقب ہے
خلق مکمل، دینِ مسلم صلی اللہ علیہ وسلم
دانش ہم درویشِ نبی ﷺ، واقفِ لطفِ تشنہ لبی ہیں
سجدۂ پیہم، شکرِ ہر دم صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

ان پر قرباں میرے اب وجد صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے کرم کی کوئی نہیں حد صلی اللہ علیہ وسلم
حسن کا پیکر ان کی ہستی، ان سے رونق بستی بستی
ان سے کس کے ہیں خال وخد صلی اللہ علیہ وسلم
ہر کوئی ان کا گرویدہ، قرآں ان کا ایک قصیدہ
ان سے پھر کس کو ہوگی کد صلی اللہ علیہ وسلم
ان کا ہر دعویٰ برحق ہے، ان کا قول سراسر حق ہے

ان کا فعل ہے باطل کا رد صلی اللہ علیہ وسلم
جب وہ میداں میں ہوں آگے باطل ان کے رعب سے بھاگے
کفر پہ کاری ان کی ہر زد صلی اللہ علیہ وسلم
بزمی ان کا شیوہ شفقت، وہ ہیں سب کے حق میں رحمت
ان کا اسم گرامی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

محبوب ہے کیا صل علی نام محمد ﷺ
آنکھوں کی ضیاء دل کی جلا نام محمد ﷺ
اللہ رے رفعت کہ سر عرش خدا نے
ہے نام کے ساتھ اپنے لکھا ہے نام محمد ﷺ
تکبیر میں، کلمہ میں، نمازوں میں، اذاں میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد ﷺ
فرماتے تھے آدم کہ مجھے خلد بریں میں
لکھا ہوا طوبیٰ میں ملا نام محمد ﷺ
حرفوں میں محمد ﷺ کے اشارات تو دیکھو
کیا سر نہاں سے ہے بھرا نام محمد ﷺ
ہے میم میں جو مولیٰ ءِ مطلق کا اشارہ
پھر کیوں نہ ہو محبوب خدا نام محمد ﷺ
ح میں حیاتِ ابدی جاں بہ لبوں کی
عشاق کا ہے روح فزا نام محمد ﷺ
معجون مفرح ہوئی وہ میم مکرر
اور دال سے ہے دل کی دوا نام محمد ﷺ
جس طرح ملتے ہیں لب، نام محمد ﷺ کے سبب
کاش ہم مل جائیں سب، نام محمد ﷺ کے سبب
تھا کہاں پہلے ہمیں حفظِ مراتب کا لحاظ

ہم نے سیکھا ہے ادب، نامِ محمد ﷺ کے سبب
جب لیا نامِ نبی، حاصل ہوا کیف و سرور
مٹ گیا رنج و تعب، نام محمد ﷺ کے سبب
سرورِ عالم کے دم سے ہے عجم کی آبرو
محترم ٹھہرا عرب، نامِ محمد ﷺ کے سبب
ایک ہی صف میں کھڑے ہیں بندہ و آقا یہاں
مٹ گئی تفریق سب، نامِ محمد ﷺ کے سبب
جبر کے پنجے میں جکڑے جاں بلب انسان کو
آگیا جینے کا ڈھب ، نامِ محمد ﷺ کے سبب
بوذرؓ وسلمانؓ ہوں یا مصعبؓ وعثمانؓ ہوں
ایک ہیں پرواز سب، نام محمد ﷺ کے سبب

☆☆☆

تھکی ہے فکر رسا مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا مدح باقی ہے

☆☆☆☆☆

## ☆وضاحت☆

قارئین کرام! سیرت النبی ﷺ نمبر کی تیاری میں بڑی عرق ریزی اور محنت سے کام کیا گیا تاہم تقاضائے بشریت کہیں کوئی غلطی (پروف ریڈنگ، کمپوزنگ، مس پرنٹنگ) پائی جائے تو ازراہ کرم اصلاح کی نیت سے ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں۔ ادارہ آپ کا شکرگزار ہوگا۔

☆☆☆☆☆

# کمالاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اس دنیا میں ہزاروں لوگ ایسے گزرے ہیں جن کو ہم نے دیکھا ہے ان سے ہماری قرابت داری ہے نہ ان سے ہمیں کوئی مالی فائدہ حاصل ہو رہا ہے مگر ہم ان سے صرف ان کے کمالات کی وجہ سے محبت کرتے ہیں۔ کیونکہ ''کمال'' ایسی صفت حسنہ ہے جو دوسروں کو محبت کی زنجیر میں جکڑ کر اپنے قریب کر دیتی ہے۔ دنیا میں ایسی سیکڑوں مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

ہم حاتم طائی سے محبت رکھتے ہیں اس کی جود وسخا کی وجہ سے، ہم نوشیروان سے محبت رکھتے ہیں اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے، ہم رُستم واسفندیار کا تذکرہ بڑے فخر سے کرتے ہیں ان کی شجاعت اور مردانگی کی وجہ سے۔ ہم سقراط وافلاطون کا نام پیار سے لیتے ہیں ان کے علم وحکمت کی بنا پر، ہم فردوسی اور سعدی سے عقیدت رکھتے ہیں ان کی قوت گویائی کی بنا پر ہم سحبان سے محبت کرتے ہیں اس کی خطابت اور طاقتِ لسانی کی بناء پر، ہم بید اور متنبی کا تذکرہ کرتے ہیں ان کی فصاحت وبلاغت کی بنا پر ہم مصر کی قلوپطرہ کا نام لیتے ہیں اُس کے حسن و جمال کی بنا پر، ہم مجنوں اور رانجھے کی مثال دیتے ہیں ان کے کمال عشق کی وجہ سے۔

تو پھر ہم اس ذات اقدس ﷺ سے محبت کیوں نہ کریں جو تمام کمالات کا مجموعہ تھی پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان لوگوں میں جو کمال پایا جاتا تھا وہ ناقص تھا اور میرے پیغمبر ﷺ کا ہر کمال کامل تھا۔

میں حاتم طائی کی سخاوت کو مانتا ہوں مگر حاتم کی سخاوت اُس ذات اقدس ﷺ کی سخاوت کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے جس نے دوست کو بھی فائدہ پہنچایا، دشمن کو بھی، اپنوں کو بھی پیار دیا، غیروں کو بھی، جس نے ظاہر کو بھی مالا مال کیا باطن کو بھی، جو گالیاں کھا کر بھی دُعائیں دیتا رہا۔ جس کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے وہ پھول نچھاور کرتا رہا۔ جس کی سخاوت کا سلسلہ اس کے دنیا سے چلے جانے کے

---

جس کی حیا کم ہو جاتی ہے اس کی پرہیز گاری کم ہو جاتی ہے

بعد بھی جاری ہے۔ جو دنیا میں بھی نوازتا رہا اور آخرت میں بھی اپنی گنہگار اُمت کو نوازے گا۔

میں نوشیروان کے عدل و انصاف کو تسلیم کرتا ہوں مگر اس کے عدل کی رسول عربی ﷺ کے عدل سے کیا نسبت جس نے عرب کے انتقامی اور ظالمانہ ماحول میں عدل و انصاف کے میٹھے چشمے جاری کیے۔ عرب کے جاہلوں کو ایسا سبق پڑھایا کہ وہ دوسروں کے رہبر و رہنما بن گئے۔ وہ عرب کہ جس پر کوئی حکومت نہیں کرنا چاہتا تھا ان کو آپس میں اخوت و بھائی چارہ پر لا کھڑا کیا۔

جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔ جس معاشرے میں عورت کا کوئی مقام نہ تھا، عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، جس گھر میں بچی پیدا ہو جاتی وہاں صف ماتم بچھ جاتی، ظالم باپ خود اپنے ہاتھوں سے گھڑا کھودتا اور اپنی معصوم بچی کو زندہ دفن کر کے جشن مناتا۔ میرے پیغمبر ﷺ نے ایسے معاشرے میں عدل و انصاف کو قائم فرمایا جس معاشرے میں عورت کی کوئی عزت نہ تھی عورت کو بازار میں کھڑا کر کے اس کے حسن و جمال کو فروخت کیا جاتا عورت کی عزت کی بولی لگائی جاتی لیکن جب میرے پیغمبر علیہ السلام نے عدل و انصاف کا علم بلند کیا پھر اسی عورت کو ماں، بیٹی، بہن اور بیوی جیسے مقدس رشتوں سے جوڑ دیا۔

پھر عدل و انصاف کا وہ مرحلہ بھی دیکھنے میں آیا ایک مجلس میں اعلان فرمایا اے لوگو! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، آپ عدل و انصاف کی بات کرتے ہو اس عدل و انصاف کے پیکر کے کیا کہنے جس نے بدلہ دینے کے لیے امت کے عام آدمی کے لیے اپنی کمر مبارک کو ننگا کر دیا۔

میں رستم و اسفندیار کی شجاعت کو تسلیم کرتا ہوں مگر اس عظیم بہادر کے کیا کہنے، جس نے بغیر لشکر اور بغیر ہتھیاروں کے سالہا سال تک عرب کے وحشی درندوں کا تنہا مقابلہ کیا جس کے لشکر کا ایک سپاہی ایک لاکھ کی فوج سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔

میں سقراط و افلاطون کے علم و حکمت سے انکار نہیں کرتا مگر اس باب العلم والحکمت کے کیا کہنے جس کے فیضان علم سے سقراط و افلاطون جیسے سیکڑوں ارباب علم و حکمت پیدا ہوئے مجھے شیکسپیئر، ابید اور متنبی کی فصاحت و بلاغت سے انکار نہیں مگر اس فصیح اعظم کے کیا

کہنے جس کی فصاحت و بلاغت کا عرب و عجم میں کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔

آپ مصر کی قلوپطرہ کے حُسن کی بات نہ کرو خاک کو آسمان سے، ذرہ کو پربت سے، چراغ کو سورج سے، قطرے کو سمندر سے کیا نسبت، عرب کے ماہ جبین کے حسن کا مقابلہ تو مصر کا وہ حسن بھی نہ کر سکا جس کے حسن کو دیکھ کر عورتیں اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں۔

اگر ان لوگوں سے ان کے کمالات کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے تو پھر اُس عظیم انسان ﷺ سے محبت کیوں نہ کی جائے جس میں یہ سارے کمالات پائے جاتے ہیں۔ پھر بات صرف اتنی نہیں کہ صرف یہی کمالات ہمارے پیغمبر ﷺ میں پائے جاتے ہیں بلکہ ہمارا تو دعویٰ ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو جو کمالات فرداً فرداً عطا کیے گئے وہ سارے کمالات رب کائنات نے خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ ﷺ میں جمع فرما دیے جن کو ایک شاعر نے یوں بیان کیا:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
حُسن یوسف دم عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہ کون سا خلق، وہ کون سی صفت اور کون سا کمال ہے جو محبوب رب العالمین میں نہیں تھا۔ حیا کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے آقا کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا، کمال عفو و درگزر کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے خون کے پیاسوں کو، صحابہ پر مکہ کی زمین تنگ کرنے والے لوگوں کو، بلال و خبیب پر ظلم ڈھانے والے ظالموں کو اور حضرت حمزہؓ کو بے دردی سے شہید کرنے والوں کو بھی معاف کر دیا۔

صبر و شکر کا یہ عالم تھا کہ گھر میں تین تین دن تک چولہا نہیں جلتا تھا پھر بھی زبان مبارک پر کبھی ناشکری کے کلمات آنے نہ دیئے۔ محبت و شفقت کا یہ عالم تھا کہ انسانوں کے علاوہ آپ حیوانوں پر بھی بے حد شفیق تھے۔ سچائی کا یہ عالم تھا کہ جان کے دشمن بھی کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر کبھی جھوٹ نہیں سُنا۔

محمد کی غلامی دین حق کی شرط اوّل ہے
گر ہو اس میں کچھ خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

سرکار دوعالم حضرت محمد ﷺ نے انسانی زندگی کے ہر مسئلہ میں غریبی، امیری، جوانی، بڑھاپا، رنج و راحت اور مسرّت وغم کے موقع پر خدا کے بندوں کی رہبری فرمائی اور اپنی تعلیمات سے دلوں کو پاک، روحوں کو روشن، طبیعتوں کو معاملہ فہم اور جسموں کو صاف وشفاف بنادیا۔

آپ ﷺ نے انسانوں کو ان کی بصیرت کی آنکھوں سے خدا کا جلوہ دکھایا۔ بندوں اور خدا کے درمیان شعوری رشتہ اور انسانوں کا ان کے پالنہار سے رابطہ قائم کرایا۔

ایک مرتبہ پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضری دی۔ اس نے دنیا اور آخرت کے بارے میں چند نہایت ضروری سوالات کیے۔ اس نے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میری خواہش ہے کہ میں سب سے بڑا عالم بن جاؤں، میری رہنمائی فرمایئے۔ سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا سے ڈرتے رہو سب سے بڑے عالم بن جاؤ گے، خدا کا ڈر اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے انسان پر علم وحکمت کے دروازے کھلتے ہیں۔

عرض کیا! چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا انسان بن جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ تمہارے لیے بہتر ہے کہ سب کے لیے برابر نفع پہنچانے والے بنو۔ مزید فرمایا کہ دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔

اس نے کہا: میں خدا کا نزدیکی بننا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، سب سے زیادہ خدا کو یاد کرو، خدا کے نزدیکی بن جاؤ گے، اس نے معلوم کیا، میری آرزو ہے کہ میں نیک اور احسان کرنے والا بنوں؟ فرمایا عبادت اس طرح کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس طرح تو کرو کہ حق تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔

اس نے سوال کیا، کوئی طریقہ بتا دیں کہ خدا کا فرماں بردار بن جاؤں؟ ارشاد ہوا کہ اپنے فرائض ادا کرتے رہو گے تو تمہارا شمار فرماں برداروں میں ہوتا رہے گا۔

اظہار تمنا کیا کہ میدانِ حشر میں نور کے

---

عورتوں کا بھی تم پر ایسا ہی حق ہے جیسا تمہارا حق عورتوں پر ہے

ساتھ اٹھایا جاؤں، تو حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اگر کسی پر ظلم نہیں کرو گے تو قیامت میں نور کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے، پوچھا؟ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم وکرم کا معاملہ فرمائے، نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ پر اور خدا کے بندوں پر ترس کھاؤ خدا تم پر رحم کرے گا۔ سوال کیا، دلی آرزو ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ بزرگ ہو جاؤں؟ فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ مصیبت کے اوقات میں خدا کی شکایت زبان پر نہ لاؤ سب سے زیادہ بزرگ بن جاؤ گے۔

اس نے عرض کیا، میں اپنی روزی میں بڑھوتری چاہتا ہوں، تو آپ ﷺ نے بتایا ہمیشہ پاک وصاف رہو روزی میں برکت اور بڑھوتری حاصل ہوگی، معلوم کیا، میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کا دوست بننا چاہتا ہوں ارشاد گرامی ہوا جن چیزوں کو خدا اور اس کے رسول ﷺ پسند کرتے ہوں، انہیں اپنے لیے اختیار کرو، اور جن چیزوں کو خدا اور اس کے رسول ﷺ ناپسند کرتے ہوں ان سے تم بھی نفرت کرنے لگو۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے دوست بن جاؤ گے۔

اظہار تمنا کیا کہ خدا کے دربار میں جو دعائیں کروں ساری قبول ہو جائیں، نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا حرام چیزوں اور حرام باتوں سے پرہیز کرو تمہاری ہر دعا قبول ہو جائے گی۔ عرض کیا، خدا قیامت کے روز سب کے سامنے ذلیل ورسوا نہ کرے؟ ارشاد پاک ہوا، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو گے تو خدا تمہیں قیامت میں ذلت اور رسوائی سے بچائے گا۔

سوال کیا: میں خدا کے غضب وغصہ سے بچنا چاہتا ہوں فرمایا کہ اگر کسی پر بے جا غصہ نہ کرو گے تو خدا کی ناراضگی سے بچے رہو گے۔

ایک موقع پر رحمتِ عالم نے فرمایا: تم اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابۂ کرام نے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ! اگر وہ مظلوم ہو تو اس کی مدد کی جا سکتی ہے لیکن ظالم کی مدد کیوں کر کی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی مدد یہ ہے کہ تم اس کو ظلم سے روک دو! دوسری جگہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندو! میں نے اپنے لیے اور تمہارے لیے آپس میں ظلم کو حرام کیا ہے۔ تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو، مزید ارشاد ہوا کہ ظلم سے بچو، ظلم قیامت کے دن ظلمات بن جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی آبرو یا کسی چیز پر ظلم کیا ہو تو اُسے چاہیے کہ آج ہی اس سے پاک ہو لے، اس دن سے پہلے کہ اس کے پاس دینے کو نہ دینار ہوگا اور نہ درہم، ظلم کا بدلہ ظلم کے برابر دینا

ہوگا، مظلوم کو نیکیاں دلوائی جائیں گی اور نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں ظالم پر لاد دی جائیں گی، پھر ارشاد ہوا، ظالم کو خدا مہلت دیتا ہے اور جب اس کو گرفت میں لیتا ہے تو پھر کبھی نہیں چھوڑتا۔ آپ ﷺ ایک باغ کے پاس سے گزر رہے تھے، ایک اونٹ زور زور سے بلبلایا، آپ ﷺ نے اس کی پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک کو بلا کر فرمایا، اس جانور کے بارے میں خدا سے ڈرو۔

ایک بار ایک صحابی ابو مسعود انصاریؓ اپنے غلام کو پیٹ رہے تھے کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے رنجیدہ ہو کر فرمایا، ابو مسعود اس غلام پر تمہیں جس قدر اختیار ہے اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے، ابو مسعودؓ یہ بات سن کر خوفزدہ ہو گئے اور غلام کو آزاد کر دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص نرمی کی صفت سے محروم کیا گیا وہ سارے خیر سے محروم کیا گیا، ارشاد ہے، قیامت کے دن ان لوگوں کو پکار کر ان کا اجر دیا جائے گا جو دنیا میں لوگوں کی خطائیں معاف کر دیا کرتے تھے، مزید ارشاد فرمایا مؤمن اپنے حسنِ اخلاق سے زاہد شب زندہ دار اور دائم الصوم کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے، کھلے اور چھپے ہر حال میں خدا سے ڈرتا رہوں، غصہ میں ہوں یا خوشی میں ہر حال میں انصاف کی بات کہوں محتاجی اور امیری دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہوں، جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں، جو مجھے محروم کرے میں اُسے دوں، جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کروں، میری خاموشی غور و فکر کی خاموشی ہو، میرا بولنا یاد الٰہی کا بولنا اور میرا دیکھنا عبرت کا دیکھنا ہو۔

دین و دنیا کی بھلائی گر تجھے منظور ہے
اس کا دامن تھام لے جس کا محمد نام ہے

☆☆.....☆☆.....☆☆

غزوہ خندق میں تمام صحابہ کرامؓ مل کر مدینہ کے چاروں طرف دشمنوں سے بچنے کے لیے خندق کھود رہے تھے۔ اتفاق سے ایک جگہ ایک بہت سخت چٹان نکل آئی لوگوں نے اس کو توڑنا چاہا مگر وہ نہ ٹوٹی کدالیاں اس پر پڑ پڑ کے اچٹ جاتی تھیں آخر لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ کر صورت حال عرض کی۔ آپ ﷺ اٹھ کر خود تشریف لائے اور کدالی ہاتھ میں لے کر ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ریگ ہو کر چور چور ہو گئی۔

☆.....(صحیح بخاری).....☆

☆☆.....☆☆.....☆☆

# صلی اللہ علیہ وسلم صبر کے پیکر

ابن محمد خطابی

انسانی فطرت ہے کہ وہ دوسروں کی صفات وکمالات، اخلاق حمیدہ، حسن و جمال وغیرہ کو دیکھ کر ان سے متاثر ہو کر محبت کرنے لگتا ہے، ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر خوبی علی وجہ الکمال عطا کی تھی تو کیوں نہ ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کے صبر کا ایک واقعہ ذکر کریں جس سے ہمارے دلوں میں پیارے نبی ﷺ کے ساتھ محبت میں اضافہ ہو اور صفت صبر پر عمل پیرا ہونے کا داعیہ پیدا ہو وہ یہ ہے کہ:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں چند صحابہؓ آپ ﷺ کے ساتھ یوسف لوہار کے گھر گئے یہ آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کے رضاعی باپ تھے ان کی بیوی حضرت ام بردہؓ، حضرت ابراہیمؓ کو دودھ پلاتی تھی، آپ ﷺ نے حضرت ابراہیمؓ کو اٹھایا، پیار کیا، ان کو چوما، ان کے رخسار پر ناک رکھی، جیسا کہ بچوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، دوبارہ اٹھایا چوما پھر ان کے رخسار پر ناک رکھی، ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؓ کے بیمار ہونے کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ چند صحابہؓ کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے، اس وقت ابراہیم جان دے رہے تھے، ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ساتھ تھے، انہوں نے تعجب سے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا: آنسوؤں کا آنا بری بات نہیں یہ تو شفقت اور دردمندی ہے، دوبارہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو آپ ﷺ نے زبان اقدس سے یہ الفاظ ارشاد فرمائے آنکھ آنسو بہا رہی ہے، دل غم سے بھرا ہوا ہے، مگر ہم زبان سے وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہو یعنی (انا للہ وانا الیہ راجعون) اے ابراہیم، ہم تمہاری جدائی کی وجہ سے غمگین ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کسی کے انتقال پر دل کا غمگین ہونا چہرے پر آثار کا ظاہر ہونا آنسو کا جاری ہونا یہ تو سنت نبوی ﷺ ہے اس کے علاوہ گریبان چاک کرنا چہرہ نوچنا ماتم کرنا، ان سے ہمارے نبی ﷺ نے منع کیا ہے، انسان ہر وقت دو حالتوں میں سے ایک پر ضرور ہوتا ہے، موافق یا مخالف، اگر حالت طبیعت کے موافق ہو تو شکر کے راستہ سے جنت میں جائے اور اگر مخالف ہو تو صبر کے راستہ سے جنت میں جائے۔

---

جو مسلمان کی لغزش کو معاف کرے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی لغزش کو معاف فرمائیں گے

# محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حافظ سردار محمد رضوی

فطرتِ انسانی میں یہ بات خاص طور سے پائی جاتی ہے کہ جب کسی شخص کے کمالات اور محاسن کے بارے میں سنتا ہے، تو دل میں ان کی طرف میلان پیدا ہو جاتا ہے۔

محبت کی وجوہات:

(۱) حُسن و جمال (۲) جود وسخا (۳) شجاعت و بہادری (۴) حُسنِ خُلق (۵) علم و کمال (۶) نسب۔

حُسن و جمال: اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حُسن کو پیدا فرمایا تو دو حصے کیا ایک حصہ مکمل آپ ﷺ کو عطا فرمایا اور دوسرے حصہ کے پھر دو حصے بنائے اور اُن میں سے ایک مکمل حصہ یوسف کو عطا فرمایا اور دوسرا حصہ اس کے علاوہ میں تقسیم فرمایا تو پتہ چلا کہ آپ ﷺ اَحسن الناس، مخلوق میں سب سے زیادہ حسین تھے چنانچہ حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ رجلاً مربوعاً بعید ما بین المنکبین عظیم الجُمَّة الیٰ شحمة اُذنیه علیه حُلَة حمراء مارأیت شیئاً قط احسن منه ..... (شمائل ترمذی ص ۳) .....

ترجمہ: حضور ﷺ ایک مرد میانہ قد تھے آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا گنجان بالوں والے تھے، جو کان کی لو تک آتے تھے آپ ﷺ پر ایک سُرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی، میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

رأیت رسول اللہ ﷺ فی لیلةٍ اضحیانٍ علیه حُلَّة حمراء فجعلتُ انظر الیه والیٰ القمر فهو عندی احسن من القمر (شمائل ترمذی ص ۴)

ترجمہ: میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس ﷺ کو دیکھ رہا تھا۔ حضور ﷺ اس وقت سُرخ جوڑا زیب تن فرما تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ ﷺ کو بالآخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ چاند سے کہیں زیادہ جمیل و حسین اور منور ہیں۔

اسی طرح حضرت عائشہ فرماتی ہے کہ

ایک دفعہ صبح سویرے مجھ سے سوئی گم ہو گئی میں نے تلاش کی لیکن تاریکی کی وجہ سے نہ ملی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور گھر میں روشنی چھا گئی تو مجھے آپ ﷺ کی روشنی کی وجہ سے اپنی سوئی مل گئی۔

لنا شمس ولآفاق شمس
وشمسی خیر من شمس السمآء
فان الشمس تطلع بعد فجر
وشمس تطلع بعد العشاء

ترجمہ: ہمارے لیے بھی سورج ہے اور دنیا کے لیے بھی سورج ہے لیکن ہمارا سورج آسمان کے سورج سے بہتر ہے کیونکہ آسمانی اور آفاقی سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور ہمارا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔

جُود و سخا: حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ اوّل تو تمام لوگوں سے زیادہ (ہر وقت ہی) سخی تھے کہ کوئی بھی حضور ﷺ کی سخاوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے تھے۔ نہایت سخت احتیاج کی حالت میں ایک عورت نے چادر پیش کی اور سخت ضرورت کے درجہ میں پہنی، جب ہی ایک شخص نے مانگ لی اور اس کو مرحمت فرما دی۔ قرض لے کر ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے اور قرض خواہ کے سخت تقاضے کے وقت کہیں سے اگر کچھ آ گیا اور ادائے قرض کے بعد بچ گیا تو جب تک وہ تقسیم نہ ہو جاتا گھر نہ جاتے ایسے مشہور واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ہو ہی نہیں سکتا بالخصوص رمضان المبارک میں تمام مہینہ اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے اتنے کہ گیارہ مہینے کی فیاضی بھی اس مہینے کے برابر نہ ہوتی تھی اور اسی مہینہ میں بھی جس وقت حضرت جبرائیل تشریف لا کر آپ ﷺ کو کلام اللہ شریف سناتے اس وقت آپ ﷺ بھلائی اور نفع پہنچانے میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا۔

شجاعت و بہادری: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو اور لوگوں پر چار چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ سخاوت، شجاعت، قوت مردی، اور مقابل پر غلبہ اور آپ ﷺ نبوت کے قبل بھی اور بعد بھی صاحب وجاہت تھے۔ (نشر الطیب)

غزوۂ حنین کے موقع پر کفار کے تیروں کی بوچھاڑ سے صحابہ کرامؓ میں ایک قسم کا ہیجان، پریشانی اور تزلزل اور ڈگمگاہٹ پیدا ہو گئی تھی، مگر حضور ﷺ نے اپنی جگہ سے جنبش

تک نہ فرمائی حالانکہ گھوڑے پر سوار تھے اور ابو سفیان بن حارثؓ آپ ﷺ کے گھوڑے کے لگام پکڑے کھڑے تھے۔ کفار چاہتے تھے کہ حضور ﷺ پر حملہ کر دیں، چنانچہ آپ ﷺ گھوڑے سے اترے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد مانگی اور زمین سے ایک مشت خاک لے کر دشمنوں کی طرف پھینکی۔ تو کوئی کافر ایسا نہ تھا، جس کی آنکھ اس سے نہ بھر گئی ہو۔ حضور ﷺ نے اس وقت یہ شعر پڑھے۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

ترجمہ: میں نبی ہوں اس میں کذب نہیں۔ میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔

اس روز آپ ﷺ سے زیادہ بہادر، شجاع اور دلیر کوئی نہ دیکھا گیا۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی شجاع دیکھا اور نہ مضبوط دیکھا اور نہ فیاض دیکھا اور نہ دوسرے اخلاق کے اعتبار سے پسندیدہ دیکھا اور ہم جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کی آڑ میں پناہ لیتے تھے اور بڑا شجاع اس دن وہ شخص سمجھا جاتا تھا، جو میدان جنگ میں آپ ﷺ سے نزدیک رہتا جب کہ آپ ﷺ دشمن کے قریب ہوتے تھے، کیونکہ اس صورت میں اس شخص کو بھی دشمن کے قریب رہنا پڑتا تھا۔

حُسن خُلق: آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت میں گزاری لیکن آپ ﷺ نے مجھے کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا؟ اور یہ کیوں نہ کیا؟ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نہ مجھے ڈانٹا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اللہ کے راستے میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ کبھی کسی خادم کو اور نہ عورت (بیوی، باندی وغیرہ) کو۔

علم وکمال: علم وکمال کی انتہا تو آپ ﷺ کے تمام معجزات، جنگی تدابیر، تبلیغ دین اور جوامع الکلم وغیرہم سے معلوم ہوتی ہے لیکن وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ عقل و کمال وہ ہوتی ہے جس کو دشمن بھی تسلیم کرلیں۔

ایک انگریز اپنی کتاب میں یوں لکھتا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی لیڈر گزرے ہیں ان میں سے حضرت محمد ﷺ بڑے علم وکمال والی شخصیت تھی۔ کیوں کہ انہوں نے تقریباً 23 سال میں ساری دنیا میں اپنے مشن کا اس طرح پرچار کیا کہ قیامت تک باقی دنیا مثال لانے سے قاصر ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقریباً جتنے معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کو دیے ہیں وہ سب کے سب سرکار دوعالم محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیے ہیں مثلاً حضرت موسیٰؑ

کو ید بیضا دیا تھا یوسف کو حسن، عیسیٰ کو مردے کو زندہ کرنا وغیرہم، اسی نقشہ کو کھینچ کر ایک شاعر نے کیا خوب فرمایا:

حُسنِ یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

نسب: عن واثلة بن اسقع قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان اللہ عزوجل اصطفیٰ کنانة من ولد اسماعیلؑ واصطفیٰ قریشا من کنانة واصطفیٰ من قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم، (مسلم شریف ص ۲۵۲)

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بے شک اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کے اولاد سے کنانہ کو چنا، اور قریش کو کنانہ سے چنا اور بنی ہاشم کو قریش سے چنا اور مجھے بنی ہاشم سے چنا۔

اس حدیث میں آپ ﷺ کے نسب اعلیٰ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ قریش ایک معزز خاندان تھا، اور بعثت سے پہلے بھی لوگ آپ ﷺ کی عزت کرتے تھے، یہاں تک کہ صادق وامین کہا کرتے تھے۔

صفات مذکورہ کی وجہ سے اکثر و بیشتر موصوف سے محبت کی جاتی ہے اور آپ ﷺ کے بارے تو یوں کہنا مناسب ہے کہ محبت رسول ﷺ ایمان کا جزو ہے اور اس پر احادیث دلالت کرتی ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والدہ وولدہ والناس اجمعین (مسلم شریف) ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے والد، اولاد اور سارے لوگوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

محبت کی حقیقت: اگر ہم سے کوئی یہ سوال کرے کہ آپ لوگوں نے آپ ﷺ کی 23 سالہ زندگی سے اپنے اندر کیا اثر پیدا کیا؟ تو ہماری گردنیں شرم کی وجہ سے جھک جائیں گی، وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ محبت کو م، ح، ب، ت کا نام سمجھتے ہیں لیکن محبت کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔

سرکار دوعالم ﷺ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام مفادات کو نظر انداز کریں پس پشت ڈالیں اور ایک ہی تقاضا سامنے رکھیں:

یاایها الذین امنوا استجیبو اللہ وللرسول اذا دعاکم لمایحیکم.

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو، جب تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے۔

یہ اصل محبت ہے کہ ہم اطاعت خدا اور اطاعت رسول ﷺ کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔

☆☆.....☆☆

جو نرمی سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا

# صلی اللہ علیہ وسلم انقلاب رسول

محمد لئیق خان

یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے 23 سال کی قلیل مدت میں انسانی تہذیب وتمدن کے دھارے کے رخ کو موڑا اور پھر بدل کر رکھ دیا۔ اس صالح انقلاب سے پہلے عرب وعجم سمیت دنیا کے دیگر معاشروں میں جہالت وگمراہی کا عالم تھا، ہر سو انسانیت کی تذلیل ہو رہی تھی، انسانوں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا، چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں پر طویل عرصہ تک باہمی جنگ وجدل کے الاؤ دہک جاتے تھے۔ عورتوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے تھے بچیوں کو زندہ درگور کردیا جاتا تھا وہ پکارتی رہتیں ابا جان ہمیں کس جرم کی سزا دی جارہی ہے۔

رسول عربی ﷺ سے پہلے کے دور کو قرآن نے وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کے جامع الفاظ میں بیان کرکے پوری تصویر کھینچ دی، کھلی گمراہی اور جہالت کا زندگی کے ہر شعبے میں راج تھا..... حضرت جعفرؓ نے شاہ حبشہ نجاشی کے سامنے جو تقریر کی تھی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی بعثت سے قبل قافلہ انسانی کس قدر گمراہی کا شکار تھا..... ایسے میں اللہ نے رسول عربی ﷺ کو ہدایت کاملہ عطا فرما کر مبعوث فرمایا تاکہ نوع انسانی کو اپنے تخلیقی مقصد کی یاددہانی اور صراط مستقیم کی منور شاہراہ کی طرف موڑا جائے بالفاظ قرآنی هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ آپ ﷺ نے آکر اچھے کام کرنے، پرہیزگاری، صلہ رحمی، توحید، صدقہ، خیرات، ایمانداری اور قرآن کی تعلیم دی تو اس وقت ساری قوم آپ ﷺ کی مخالف ہوگئی اور آپ ﷺ کو ہر طرح ستایا لیکن پھر بھی آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا کام جاری رکھا..... کس قدر مشکل ہوتا ہے کہ ایک ایسے سماج میں کسی اصول اور حقیقی سچائی کی دعوت کو پھیلایا جائے اور افراد و معاشرہ کی ذہن سازی کی جائے۔ ایسے بنجر دل ودماغ رکھنے والے انسانی معاشرہ میں کوئی ایسی دعوت پیش کرنا جو ان کے مفادات کے خلاف ہو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کو بھی سخت ردعمل کا سامنا کرنا پڑا،

آپ ﷺ نے یہ دعوت دی قُولُوا لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ تُفلحون. اور اِن الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کی دعوت گونجنے لگی اور آپ ﷺ کی شدید مخالفت شروع ہوگئی لیکن آپ ﷺ نے پوری استقامت کے ساتھ قرآنی تعلیمات جاری رکھیں۔ یہ انقلاب ایسے ہی برپا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ اتنی زیادہ تکالیف کے باوجود ڈٹے رہے کیونکہ آپ ﷺ کو حکم تھا کہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشرِکِین. اسی راہ میں طائف کی سختیاں پھر احد و بدر کے میدان کارزار سے گزرنا پڑا۔

غزوہ خندق میں شدید بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑا لیکن آپ ﷺ نے حق اور ہدایت کی طرف دعوت کا سلسلہ ثابت قدمی سے جاری رکھا، نبی کی سیرت یہ راہ دکھاتی ہے کہ حق بات پر ثابت قدم رہو، خواہ کتنی ہی تکالیف برداشت کرنی پڑیں آپ ﷺ نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا اور اسی کی بنیاد پر ایک معاشرہ قائم کیا۔

آپ ﷺ نے دعوت کے ذریعہ لوگوں کی فکر و سوچ کو بدلا، نقطہ نظر کو بدلا، عقائد و اخلاق کو بدلا، اقدار و عزائم کو بدلا، جلوت اور خلوت کو بدلا حتیٰ کہ: تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰت کے مصداق پوری کائنات کو بدلا اس کی ترجمانی مولانا حالی نے یوں فرمائی۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

یہی وجہ ہے کہ آپ کی سیرت و کردار سے غیر مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اعتراف پر مجبور ہوئے چنانچہ ایچ جی، ویلز نے خطبہ حجۃ الوداع کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ دنیا میں مساوات و اخوت کے علمبردار بہت گزرے، لیکن یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ تاریخ انسانی میں محمد ﷺ ہی وہ شخصیت تھے جنہوں نے اصولوں کی بنیاد پر پاکیزہ معاشرہ قائم کیا۔

ایچ، ویلز، کا واقعہ اس لیے لکھا کہ کافر بھی آپ ﷺ کی سیرت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

**آپ ﷺ کے اصحاب عشرہ مبشرہ**

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ (۲) حضرت عمر فاروقؓ (۳) حضرت عثمان غنیؓ۔ (۴) حضرت علیؓ۔ (۵) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ (۶) حضرت زبیر بن العوامؓ۔ (۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ (۸) حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ۔ (۹) ابوعبیدہؓ بن جراحؓ۔ (۱۰) حضرت سعید بن زیدؓ۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مبارک واقعات ملک وملت کے ہر طبقہ کے فرد اور جماعت کے لیے بہترین نمونہ ہیں، اس عنوان ذیشان کے تحت میں مختصر طور پر آپ ﷺ کے اخلاق کا جو عَلَّمَنِیْ رَبِّی فَاَحْسَنَ تادیبی کے مصداق ہیں، ذکر کروں گا۔ خُلقِ محمدی ﷺ ایسا لفظ ہے کہ اب بہترین بزرگوں کی عادات واخلاق اطوار وشمائل کے اظہار کے لیے مشبہ بہ بن گیا ہے۔ میں اس مختصر مضمون میں کمالاتِ نبوت اور خصوصیات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں کروں گا بلکہ صرف وہ سادہ حالات اختصار، قارئین کرام کی پیش خدمت کروں گا کہ جن کو کوئی سعادت مند اپنے لیے نمونہ فلاح بنا سکتا ہے۔ چنانچہ سیدنا محمد الرسول ﷺ کی نسبت فرنچ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے کہ آپ ﷺ خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکر الٰہی کرنے والے، لغوبات سے دور اور بے ہودہ پن سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے، اور انصاف کے معاملے میں قریب والا ہو کہ بعید والا سب دربار رسالت میں برابر ہوتے تھے۔ مساکین سے محبت فرماتے، غربا میں رہ کر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگدستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے تھے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے بلکہ دربار رسالت میں شاہ وگدا برابر تھے۔ (از خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو ص۴۲) حجۃ الاسلام امام غزالی تحریر فرماتے ہیں: آپ ﷺ مویشیوں کو چارا خود ڈال دیتے۔ گھر کی صفائی کر لیتے، آٹا وغیرہ گوندتے، کھانا خادم کے ساتھ بیٹھ کر تناول فرما لیتے۔ اپنا بوجھ خود اٹھاتے، ہر ادنیٰ واعلیٰ خرد وبزرگ کو سلام پہلے کر دیا کرتے، کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لیے کہتا تو قبول فرما لیتے، کھانے میں عیب نہ نکالتے، غرض نیک خُو، کریم الطبع، کشادہ رُو تھے۔

- ☆ اندوہ گیں تھے مگر ترش رُو نہ تھے۔
- ☆ متواضع جس میں دنایت نہ تھی۔
- ☆ بابیبت جس میں درشتی نہ تھی۔
- ☆ سخی تھے جس میں اسراف نہ تھا۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص آپ ﷺ کے سامنے یکبارگی آجاتا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو کوئی پاس آبیٹھتا وہ فدائی بن جاتا، سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ اسی اخلاق کریمہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ جو شخص آپ ﷺ کو پہلی دفعہ دیکھتا تو ہیبت زدہ ہو جاتا مگر کچھ لمحات کے بعد آپ ﷺ کی محبت میں گرفتار ہو جاتا۔ غرض آپ ﷺ ہر ایک خوبی سے آراستہ جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف، سیکھ۔ ان کا لباس، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام، عدل اُن کی سیرت ہے، ان کی شریعت سراپا راستی، ضلالت کو نور نبوت سے اٹھا دینے والے، گناہوں کو رفعت بخشنے والے، مجبولوں کو مامور کر دینے والے، قلت کو کثرت اور تنگ دستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔

اخلاق و تواضع میں اتنے عظیم الشان نبی کہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا وہ آپ ﷺ کی ہیبت سے لرز گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ڈرو نہیں میں بادشاہ نہیں ہوں، میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی، اندازہ لگائیے باوجود تمام جہانوں کے سردار و پیشوا ہونے کے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو غریب فرما کر اور خندہ پیشانی سے پیش آکر امت کو سبق دے رہے ہیں اس دنیا فانی میں کوئی بڑا نہیں کہ جس سے ڈرا جائے بلکہ حقیقی ذات اکبر اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے انہی سے ڈرا جائے اور آپس میں خندہ پیشانی کا برتاؤ اختیار کیا جائے اور اپنے اندر تواضع انکساری پیدا کی جائے، اپنے آپ کو خود بینی، تکبر، عیب اور بداخلاقی سے بچایا جائے، انہی صفات میں مومن کی شان و فلاح مضمر ہے۔

قارئین کرام! آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ کی بے شمار کرنیں اور کثیر واقعات ہیں جن کو پڑھ سن کر آدمی اپنے ایمان کو جلا بخشے میں آپ ﷺ کی آخری عظیم صفت جس کو اعلیٰ اخلاق کا نام بھی دیا گیا، اس کو آخر میں ذکر کرتا ہوں۔ بنا برایں کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَاَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَآئَکَ جس کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ جو تم سے قطع تعلقی کرے تو تم اس سے تعلق و رشتہ کو برقرار رکھنے کی بھرپور کوشش کرو اور جو تم پر زیادتی کرے ظلم کرے، تو تم اس کے ظلم کا بدلہ معاف کرنے کے ساتھ دو اور جو تم کو تکلیف و اذیت پہنچائے، ترش روئی دکھلائے تو تم اس کو عمدہ فائدہ پہنچاؤ اور اس سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ، یہ اعلیٰ اخلاق کا نمونہ ہے اور اس حدیث پر عمل کرنے والا شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اور حضور اقدس ﷺ کے ہاں مقرب و محبوب بن جاتا ہے لہٰذا ہمیں بھی اعلیٰ اخلاق اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ہم بھی عند اللہ و عند الرسول ﷺ محبوب و مقرب بن جائیں۔ اللھم یسرہ لنا۔

---

بدترین ہیں وہ لوگ جن کا احترام محض ان کے شر سے بچنے کے لیے کیا جائے

# محبتِ رسول اور اتباعِ سنت

آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی ہستی مسلمانوں اور اہل اسلام کے لیے مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی محبت والفت اور تکریم کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ایمان کا جزو اور اساس بنایا ہے۔ آپ ﷺ تمام حقوق میں محبت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، بلکہ آپ ﷺ ہماری ذات سے زیادہ ہماری محبت کے حق دار ہیں۔ ارشاد ربانی ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب ۶) ترجمہ: ''بلاشبہ نبی ﷺ ایمان والوں کے لیے ان کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔'' اس آیت نے بغیر کسی قید وتحدید کے آپ ﷺ کی ذات عالی کو ہر مسلمان کی جان پر فوقیت دی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (صحیح بخاری ۱۵) ترجمہ: ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا وجود اور ایمانی عمارت کی بنیاد حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر اس عمارت میں کوئی کمی، کوتاہی رہ گئی تو پھر ایمان اُس خیالی عمارت کی طرح رہ جائے گا جسے زمین کے بغیر بنانے کا سوچا جائے۔ جس طرح مضبوط سے مضبوط عمارت، زمین کی ذرا سی حرکت اور جنبش سے ٹکڑوں میں بکھر کر خاک بسر ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح اعمال واوصاف جس قدر بھی ہوں لیکن اگر رحمۃ للعالمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ان کے عشق، ان سے وابستگی میں کمی ہوگئی تو ان اعمال کی بارگاہِ خداوندی میں کچھ قدر وقیمت نہ ہوگی۔ اس لیے کہ ہر نبی اور رسول اپنی امت کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور ہمدرد ہوتا ہے وہ بغیر کسی دنیاوی غرض اور لالچ کے ہر وقت ان کو اس بات کی نصیحت کرتا ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ کی عبادت وبندگی کریں اور بت پرستی، کفر وشرک سے نجات پاکر جنت کے راستے پر آجائیں۔ لیکن تمام نبیوں اور رسولوں سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ سب سے بڑھ کر اپنی امت کے خیر خواہ، ہمدرد اور شفیق ومہربان ہیں۔ کوئی رشتہ دار حتیٰ کہ ماں باپ اولاد سے اتنی محبت نہیں کرتے جس قدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے

ایک ایک فرد سے محبت کرتے ہیں اور ان کے لیے بے چین رہتے ہیں اور دعائیں فرماتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ سب رشتہ داروں حتیٰ کہ ہماری جان اور ہمارے نفس سے بھی زیادہ خیر خواہ ہیں تو آپ کا حق بھی سب سے زیادہ ہے۔ آپ کا سب سے بڑا حق آپ ﷺ سے ایسی محبت کرنا ہے کہ پھر کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد کسی دوسرے سے ایسی محبت نہ کی جائے۔ آپ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری میں مر مٹنے کا جذبہ موجزن ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی علامت اور پیمانہ بھی حضور ﷺ سے محبت اور ان کی اتباع کو بنا رکھا ہے۔ اگر انسان کی زندگی میں اتباعِ سنت ہے اور اس کی زندگی کا ہر قول و عمل آپ ﷺ کی سنت مطہرہ میں ڈھلا ہوا ہے تو کہا جائے گا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے دعوے میں سچا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ محبت کا پیمانہ آپ کی اتباع کو بنا رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران ۳۱)

ترجمہ: "کہہ دیجیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔" اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا لازمی تقاضا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ ہم اللہ کی محبت میں پختہ تر اور مضبوط تر ہوتے چلے جائیں گے اور دوسرا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہم اللہ کے محبوب اور اس کی مغفرت و رحمت کے سزاوار قرار پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں اپنی محبت کا معیار بھی بتا دیا ہے کہ اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل طور پر اتباع کرے جو شخص اتباع کا جس قدر اہتمام کرے گا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی روشنی کو اپنے لیے مشعل راہ بنائے گا، وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہوگا۔ آپ ﷺ کے لیے یہی اتباع اور اطاعت مطلوب ہے جو دل کی انتہائی گہری محبت کے ساتھ ہو، دل کی پوری آمادگی کے ساتھ ہو اور انبساطِ قلب اور شرحِ صدر کے ساتھ ہو۔

قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بار بار اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے اور اطاعت سے اعراض کو اور منہ موڑنے کو کفر کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (۳۲)

ترجمہ: "آپ کہہ دیجیے، کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بیشک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔"

---

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس آیت میں اس بات کو بتلادیا ہے کہ دین میں رسولوں کی مخالفت کرنا کفر ہے اور جو اس صفت سے متصف ہو اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں کرتا اگرچہ وہ خود اس زعم میں مبتلا ہو اور اس امر کا مدعی ہو کہ وہ خدا سے محبت کرتا ہے اور اس کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جب تک وہ رسول کریم نبی امی خاتم الرسل اور اللہ کے اس پیغمبر کا جو تمام ثقلین جنوں اور انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اتباع نہ کرے۔ جس کی شان یہ ہے کہ تمام انبیا اور رسول بلکہ اولو العزم پیغمبر بھی اگر آپ ﷺ کے زمانے میں ہوتے تو اُن کے لیے بھی سوائے آپ کی اتباع کرنے اور آپ کی اطاعت میں داخل ہونے اور آپ کی شریعت کی پیروی کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔" (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۵۸)

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کی کامل اتباع کی اور حقیقی محبت کا ثبوت دیا اور آپ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا، جس کی بدولت دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی اور سرخروئی حاصل کی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، خطبہ کے دوران کچھ لوگ مسجد کے کناروں پر کھڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "بیٹھ جاؤ" جس وقت آپ ﷺ نے یہ حکم دیا اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر سڑک پر تھے اور مسجد نبوی کی طرف آرہے تھے۔ جب کان میں آپ ﷺ کی آواز آئی کہ "بیٹھ جاؤ" تو آپ وہیں سڑک پر بیٹھ گئے۔ خطبہ کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو بیٹھنے کا حکم ان لوگوں کو دیا تھا جو یہاں مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے تھے، لیکن تم تو سڑک پر تھے اور سڑک پر بیٹھنے کو تو نہیں کہا تھا، تم وہاں کیوں بیٹھ گئے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب حضور اقدس ﷺ کا ارشاد کان میں پڑ گیا کہ "بیٹھ جاؤ" تو پھر عبداللہ بن مسعود کی مجال نہیں تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھائے۔

یہ تھے حضرات صحابہ کرام جنہوں نے اتباع سنت اور حقیقی عشق رسول کے ذریعے دنیا میں اپنا لوہا منوایا اور سرخروئی و کامیابی حاصل کی، عزت و شوکت بھی پائی اور اقتدار بھی حاصل کیا اور آنے والی نسلوں کے لیے قابل تقلید نمونہ بھی بنے۔ لیکن آج ہم ہیں کہ ہم پر دنیا کا خوف ہے، ہم آپ ﷺ کی سنت میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنے میں خوف اور شرم محسوس کرتے ہیں۔ آج ہم اگر آنحضرت ﷺ کی سنت کو اپنی زندگیوں میں اپنالیں تو ہم بھی سو فیصد کامیابی و کامرانی حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ ﷺ کی حقیقی محبت اور کامل اتباع نصیب فرمائے۔ ☆

---

محتاجوں سے مہنگا مال خریدنا احسان میں داخل ہے اور صدقہ سے بہتر ہے

# ہدیہ حضورِ رسالت مآب ﷺ میں

انتخاب محمد فیاض ندوی

گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہوا
جہاں سے باندھ کے زادِ سفر روانہ ہوا

قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا

فرشتے بزمِ رسالت ﷺ میں لے گئے مجھ کو
حضور آیۂ رحمت ﷺ میں لے گئے مجھ کو

کہا حضور ﷺ نے اے عندلیبِ باغِ حجاز!
کلی کلی ہے تری گرمیِ نوا سے گداز

ہمیشہ سرخوشِ جامِ ولا ہے دل تیرا
فتادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نیاز

اڑا جو پستیِ دنیا سے تُو سوئے گردوں
سکھائی تجھ کو ملائک نے رفعتِ پرواز

نکل کے باغِ جہاں سے برنگِ بُو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تُو آیا

حضور ﷺ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاضِ ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بُو، وہ کلی نہیں ملتی

مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے، جنت میں بھی نہیں ملتی

جھلکتی ہے تری اُمت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

گھر لینے سے پہلے پڑوسی کو دیکھ لو